آئینہ لداخ





حمید اللہ حمید

نام کتاب	:	**آئینہ لداخ**
مصنف	:	حمید اللہ حمید
کمپیوٹر کتابت	:	راتھر مختار منتظر/TFC سنٹر گاؤ کدل سرینگر
تعداد صفحات	:	**160**
طباعت	:	**الحیات** پرنٹو گرافرس سرینگر 9419061068
بارِ اول	:	2006ء
ناشر	:	**نیو کشمیر پبلکیشنز ، ایڈورٹائزنگس اینڈ پروڈکشنز پلوامہ**
قیمت	:	عام ایڈیشن 100/روپے لائبریری ایڈیشن 150 روپے
ملنے کا پتہ	:	۱) کتاب گھر متصل گورنمنٹ پریس سرینگر ۲) عبداللہ نیوز ایجنسی، امیرا کدل سرینگر ۳) پرکاش سیلز ایجنسی لیہہ ۴) لہنگ بک شاپ مین بازار لیہہ ،لداخ ۵) غوثیہ بک سیلرز، تحصیل روڈ پلوامہ کشمیر ٦) شاندار بک اسٹال کرگل ۷) قاسمیہ کتب خانہ، نزدیک جامع مسجد جموں

مرغانِ قفس کے پھولوں نے اے شادؔ یہ کہلا بھیجا ہے
آجاؤ جو تم کو آنا ہے ایسے میں ابھی شاداب ہیں ہم

(شادعظیم آبادی)

انتساب

ان قلم کاروں

کے نام

جنہوں نے کافی مشکلات کے باوجود حقیقت نگاری کو اپنا شعار بنائے رکھا

گھر کے آنگن سے انجانے ہیں
ہم تو سرحد کے بنجارے ہیں
چار دن تو گھر میں گذارے ہیں
بس ان ہی یادوں کے سہارے ہیں

(جی ایس ورما لکھنوی)

**GOVERNMENT OF JAMMU AND KASHMIR
OFFICE OF THE DEPUTY COMMISSIONER/CHIEF
EXECAUTIVE OFFICE LADAKH AUTONOMOUS HILL
DEVELOPMENT COUNSIL LEH**

Mr. Hamid-Ullah Hamid (Assistant information Officer) was poseted at Nyoma Leh - Ladakh During the **Period 2002-2004.**

During his tenure, the reporting of all Government functions particularly developmental activities were excellent.

The officer is a regular writer in news papers regarding achivements of Government, Cultural Haritage of Ladakh and Tourism In Ladakh.

I wish him all success in life.

Dated:- 06-10-2005-10-98

(Satish Nehru)

KAS

Deputy Commissioner / CEO, LAHDC, Leh.

☆☆☆

ترتیب

☆☆☆

بسم اللہ الرحمن الرحیم

پہلی بات

میں تین سال لداخ کے خد و خال تاریخی اہمیت حالات واقعات اور دیگر موضوعات پر لکھتا رہا جو سرینگر کے اخبارات میں شائع ہوتے رہے، اس کے علاوہ کئی غیر مطبوعہ مضامین اشاعت کے منتظر تھے جنہیں میں نے اس کتاب میں جگہ دی ہے۔ لداخ میں میرے شب و روز، لداخی افسر ملازمین وسماجی شخصیات اور عام لوگوں کا تذکرہ دوسری کتاب میں ملے گا جب وہ کتاب منظر عام پر آئے گی۔ اس میں جموں، کشمیر، دہلی، پنجاب اور اتر پردیش کے اُن اصحاب کا تذکرہ بھی شامل ہے جن کے ساتھ لداخ میں میرے گہرے سمبندھ رہے۔ ہماچل پردیش اور لداخ کا آنکھوں دیکھا حال اور لداخ کے قدیم راستوں کے متعلق لکھے مضامین ''رحمت سفر'' کتاب میں تفصیلاً بیان کیے جائیں گے۔ نیوما سمیت چنگ تھنگ کے دوسرے مقامات کے خدوخال تاریخی اہمیت اور زندگی کے طور طریقے ''قوس قزاح'' کتاب میں لکھے گئے ہیں، ایک ناول شروع کی تھی اس کے علاوہ نغموں اور غزلوں کو موم کا پتھر عنوان سے تحریر کیا ہے۔

موقعہ کی فراہمی نے راقم کو لداخ کے متعلق اپنے جذبات اور حالات کو صفحہ قرطاس پر لانے کے قابل بنایا۔ اپنے گھر سے دور افتادہ پہاڑی دیش میں صبر وسکون سے رہا۔ اگر چہ لداخ جاتے ہی مخالف موسمی حالات سے مہینہ بھر سخت بیماری کا سامنا کرنا پڑا مگر بلاک میڈیکل آفیسر ڈاکٹر آنچوک اور میڈیکل آفیسر مس رنچن آنگمو کے دردمندانہ علاج اور نیوما ہسپتال کے عملے کے دیکھ بھال سے میری تندرستی بحال ہوگئی۔ اپنے سٹاف ممبران ژھرنگ انگدوس چھتن لنڈوپ اور فدا حسین کے تعاون کے علاوہ کھنڈو ڈولما کے گھرانے کی خدمت میں ان سالوں میں میرے لیے کچھ کم نہ رہی۔ ہمسایہ آفیسران لپزانگ سترن، تاشی، ٹنڈوپ اور ژھوانگدرجے کی مخلصانہ دوستی اور برتاؤ

سے کافی متاثر رہا۔ نیوما گاؤں کے لوگوں نے میری کافی عزت کی۔

اس دوران سب ڈویژن کھلسی میں تعینات شمس الدین انچارج انفارمیشن آفیسر کے ساتھ میرے قریبی مراسم رہے۔ لیہہ میں ٹھہرنے کے دوران شری ژھرنگ نربو اسسٹنٹ ڈائریکٹر انفارمیشن کی شفقت، حسن سلوک حوصلہ افزائی، مخلصانہ نصیحتوں اور مشوروں سے لداخ میں میری کامیابی کا بڑا عمل دخل ہے۔ ان کے سٹاف ممبران خاص کر آحسان علی، حسن علی، ژھرنگ اندوک، ژھوانگ ڈولما اور محمد بشیر کے علاوہ دیگر ملازمین کے تعاون اور اچھے برتاؤ کو میں کیسے بھولوں۔ چنگ تھنگ کے اعلیٰ حاکم سب ڈویژنل مجسٹریٹ جناب علی رضا کے مخلصانہ برتاؤ اور حوصلہ مندی میری یادوں کے خزانے میں ہمیشہ رہینگے۔ دفتر کی گاڑی کے ڈرائیور تاشی ژھرنگ کے ہمراہ مختلف دوروں کے وقت چنگ تھنگ کے متعلق واقفیت حاصل کرتا رہا، نیوما میں ٹھہرے ملازمین اور مقامی آبادی کا میرے ساتھ قدردانی کا میں مشکور ہوں۔

میر صلاحیتوں اور کام کے ڈھنگ سے سب ڈویژنل انتظامیہ اور عوامی نمائندوں میں جو میری قدر و منزلت بڑھی اور ان کے پیار و محبت و شفقت نے ہی مجھے خشک چٹانوں اور صحرائی وادیوں میں خوش اسلوبی اور ہنستے کھیلتے اپنے فرائض منصبی انجام لانے کی تحریک دی۔ روڈ ٹرانسپورٹ کارپوریشن لیہہ کے کشمیری ڈرائیور مشتاق احمد بمنہ سرینگر کے ساتھ لداخ میں کئی سفر کاٹے اور ان سے بھی کچھ معلومات حاصل ہوئیں۔

لداخ میں میرے کامیاب زندگی اللہ کے فضل و کرم کے بعد بزرگوں کی دعاؤں کا نتیجہ ہے۔ میرے خلوص نیت سے کام کرنے اور دل کی صفائی کا صرف اللہ کو علم ہے۔

آخر میں راتھر مختار کا شکریہ ادا کرا ہوں جنہوں نے پچھلے دو ماہ سے صبح و شام آئینہ لداخ کی کمپیوٹر کمپوزنگ کرنے میں کافی دلچسپی دکھائی اور اس کتاب کے تیار ہونے میں ان کی محنت کا بڑا دخل ہے۔ ☆☆☆

تاریخ: 4رستمبر 2005ء

حمید اللہ حمیدؔ

پیش لفظ

قرآن حکیم میں اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں "سیروفی الارض" (سیر کرو اس کی زمین کی) مطلب واضح ہے کہ انسان مختلف جگہوں پر جا کر وہاں کے تمدنی، تہذیبی اور ثقافتی تاریخ اور حقائق کا مطالعہ کرے اور اپنے دل و دماغ کی بہتر انداز میں تہذیب و ترتیب کر سکے۔ وہاں کے تجربات سے اپنے وطن کو روشناس کرے اور اس طرح ایک بہتر انسانی معاشرے کی تعمیر میں اپنا حصہ ادا کرے۔ آنکھ بینا ہو، دل کُشادہ ہو اور ذہن تعصّبات سے خالی ہو، تو سفر کرنا انسان کے لیے ایک نعمت ثابت ہوسکتا ہے۔ سفر کے دوران انسان صعوبتوں، مُشکلات، مصائب سے دوچار ہو کر انسانی دردمندی کے جذبوں سے سرشار ہو کر، سکون اور طمانیت حاصل کرنے کی راہوں کا متلاشی بن جاتا ہے۔

حمید اللہ حمیدؔ بھی اپنی ملازمت کے سلسلہ میں لداخ کے نیوم چھنگ تھنگ، جو لیہہ سے ایک سو اسی کلومیٹر دور ہے، میں تین سال تک تعینات رہے، کشمیر وادی کے لوگ چودہ ہزار فٹ کی بلندی پر واقع نیوما کا تصور کرتے ہی کانپ سے جاتے ہیں۔ اتنی بلندی پر زندگی بسر کرنا، موسم کی ناخوشگواری کی مار سہنا بظاہر بالکل ناممکن سا دکھائی دیتا ہے مگر وہ لوگ جو وہاں رہتے ہیں وہ ہمارے مفروضوں کو غلط ثابت کرتے ہیں۔ حمید اللہ حمیدؔ کی روداد اس عندئے کی توثیق کرتی ہے۔ مجھے یہ جان کر حیرت ہوئی کہ حمید اللہ حمیدؔ نے نیوما کے

ساتھ وہ روحانی رشتہ قائم کیا تھا (ہے) کہ وہاں سے واپسی کے لیے قطعاً تیار نہ تھے۔ نیوما جانے سے پہلے جس حمید اللہ حمید کو جانتا تھا وہ بے حد جذباتی اور غصیلا تھا، جو حمید اللہ حمید اب میرے سامنے ہے وہ بے حد متوازن، نرم خُو اور تحمل سے لبریز انسان ہے۔ نیوما کے سفر نے واقعی حمید اللہ حمید پر اپنے اچھے اور قابلِ ذکر اثرات مرتب کیے ہیں۔

زیرِ نظر سفر نامہ سفرناموں کی فہرست میں ایک اچھے اضافے کی حیثیت رکھتا ہے کہ یہ نیوما جیسے دور دراز علاقہ کو نظر میں رکھ کر لکھا گیا ہے، اس جرأت مندانہ کے لیے حمید اللہ واقعی مبارک باد کے مستحق ہیں۔ آپ اس سفرنامے کی تکنیکی باریکیوں سے الگ ہو کر مطالعہ کریں تو چشم بینا کے سامنے کئی منظر نامے ابھرتے ہیں جن کے رنگوں کی قوسِ قزاح نگاہوں کو خیرہ اور دل کو شاداب کرتی ہے۔

اللہ کرے حمید اللہ حمید کی اس پُر خلوص کاوش کو قارئین کی پذیرائی حاصل ہو جائے۔

حکیم منظور

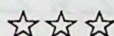
۲۳ رستمبر ۲۰۰۵ء

گز ربل، گاندربل

کلام ڈاکٹر سر محمد اقبال

کھول آنکھ زمین دیکھ فلک دیکھ فضا دیکھ
مشرق سے ابھرتے ہوئے سورج کو ذرا دیکھ
اس جلوہ بے پردہ کو پردوں میں چھپا دیکھ
ایام جدائی کے ستم دیکھ جفا دیکھ
بے تاب نہ ہو معرکہ، بیم و رجا دیکھ!
ہیں تیرے تصرف میں یہ بادل یہ گھٹائیں
یہ گنبد افلاک یہ خاموش فضائیں
یہ کوہ یہ صحرا یہ سمندر یہ ہوائیں
تھیں پیش نظر کل تو فرشتوں کی ادائیں
آئینہ ایام میں آج اپنی ادا دیکھ!
سمجھے گا زمانہ تیری آنکھوں کے اشارے
دیکھیں گے تجھے دور سے گردوں کے ستارے

ناپید ترے بحرِ تخیل کے کنارے
پہنچیں گے فلک تک تری آہوں کے شرارے
تعمیر خودی کو اثر آہِ رسا دیکھ!
خورشید جہاں تاب کی ضو تیرے شرر میں
آباد ہے اک تازہ جہاں تیرے ہنر میں
جچتے نہیں بخشے ہوئے فردوسِ نظر میں
جنت تیری پنہاں ہے تیرے خونِ جگر میں
اے پیکرِ گل کوشش پیہم کی جزا دیکھ



اپنا وقت دوسروں کی تحریروں کے مطالعے سے اپنی لیاقت بڑھانے میں صرف کرو۔ اسی طرح تم ان چیزوں کو نہایت اسانی سے حاصل کر سکوگے جن کو حاصل کرنے میں دوسروں کو محنتِ شاقہ برداشت کرنا پڑتی ہے

(**سقراط**)

دیباچہ

ادب کی تخلیق کے تین محرک ہوسکتے ہیں۔ ایک تو لکھنے والے کی اپنی انفرادیت دوسرا اسکے خیالات واحساسات اور جذبات تیسرا اسکا معاشرتی، سماجی سیاسی ماحول جسکے ساتھ اس کا واسطہ پڑتا ہے۔

میرے گھر میں کتابیں، رسالے اور اخبارات آیا کرتے اسلئے بچپن سے ہی دہلی سے شائع ہونے والے اردو اخبارات اور جریدے دیکھنے کو ملتے، علم وادب کے ماحول نے مجھے بھی لکھنے کا بھرپور حس دیا۔ میں نے بچپن سے ہی افسانے لکھنے شروع کیے۔ میری پچھلے بیس سال کی قلمی محنت کا نتیجہ یہ نکلا کہ پانچ سو تخلیقات لکھیں۔ ریڈیو اور ٹی وی پروگراموں میں کم شرکت کی وجہ میری شہر سرینگر سے 17 سال دور جگہوں پر بہ سلسلہ روزگار رہا۔ اپنے بکھرے پڑے افسانوں مضامین اور مکتوبات کو جمع کر کے رکھنے اور ان کو چھاپنے کی فرصت ہی نہ آئی۔ ان برسوں میں نہ صرف سرینگر بلکہ دہلی کے اردو اخبارات اور میگزینوں میں درجنوں افسانے اور دو سو سے زائد مضامین، مراسلے، مکتوبات اور تبصرے چھپ چکے ہیں۔ بلکہ دو درجن ضلع خبرنامے اور دیگر پروگرام ریڈیو سرینگر اور لیہہ سے نشر ہو چکے ہیں۔ مادری زبان کشمیری میں بھی لکھ چکا ہوں۔ لداخ کے قیام کے دوران ضرورت کی وجہ سے انگریزی میں لکھنا پڑا مگر انگریزی اور کشمیری زبانوں میں لکھنے کی اتنی مہارت اور واقفیت نہیں جتنی کہ اردو سے ہے۔ کیونکہ اردو کے ساتھ میرا سخت لگاؤ ہے۔

ابھی تک مضامین اور افسانوں کی کوئی بھی میری کتاب منظر عام پر نہیں آئی ہے۔ لکھنے میں کوئی استاد نہیں ہے۔ البتہ اپنے والد غلام نبی ظہور کی بچپن و لڑکپن میں خدمت گذاری کے ساتھ ان کی شعر و شاعری کی نقل نویسی کی ذمہ داریاں نبھاتے ہوئے میرا تجربہ شروع ہوا۔ اسکے علاوہ پلوامہ کے صحافی اور ادیب عبدالرحمان آزاؔد کے ہاں کئی سال آنے جانے کے دوران بہت کچھ سیکھ لیا۔ بچپن سے ناولوں اور افسانوں کا بھرپور مطالعہ کرتا رہا اور یہ کہنے میں کوئی جھجھک نہیں کہ کرشن چندر، سعادت حسن منٹو، عصمت چغتائی اور واجدہ تبسم سے کافی متاثر ہوں شعراء میں ڈاکٹر اقبال، اکبرالہٰ آبادی، ساحر لدھیانوی، عبدالاحد آزاؔد اور غلام احمد مہجوؔر میرے پسندیدہ ہیں بے باک صحافی اور پارلیمانی مقرر مرحوم شمیم احمد شمیم سے بھی متاثر ہوں۔

جس اخبار نویس، ادیب اور اردو شاعر کے ساتھ 1996ء سے میرا نزدیکی رابطہ رہا کو میں اپنا قلمی استاد اور مشفق مانتا ہوں کشمیر میں میری پسندیدہ ادبی شخصیت یہی ہے میرے دل میں ان کی قدر و منزلت ہے اور محبت کا بے کراں سمندر، ان کا نام ہے حکیم منظور صاحب۔ جو اخبار خبر و نظر کے مدیر اعلیٰ ہیں۔ ان کے ہاں ادباء شعراء اور علم نوازوں کی مجالس ہوا کرتی ہیں۔ ان سے بہت کچھ سیکھا ہے۔ سرینگر سے بذریعہ ڈاک اس اخبار کے علاوہ چٹان بھی آتا ہے۔

یہ مضامین جو میں نے لداخ آتے ہی فرصت کے دوران لکھے کو آئینہ لداخ کتاب کی صورت میں شائع کرنے کی کوشش کرونگا۔ لداخ کے وسیع و عریض خطے میں چنگ تھنگ کافی حصے پر چھایا ہوا ہے اور یہاں میں نے دو سال کے دوران دُکھ سُکھ کو قریب سے دیکھا لہٰذا میرے بیشتر مضامین اسی

کے متعلق تحریر ہیں۔گو کہ لداخ کے متعلق کافی انگریزی کتابیں منظر عام پر آئی ہیں اور تین چار اردو کتابیں سرسری طور میری نظروں سے گذری ہیں۔مگر میری کوشش یہی رہتی ہے کہ جو کچھ خود دیکھوں اور تحقیق کروں اسی کے مطابق لکھتا جاؤں۔

چنگ تھنگ کو سرینگر کے اخبارات، اور ریڈیو کشمیر سرینگر اور لیہہ کے سٹیشنوں سے روزمرہ خبروں کے ذریعے لداخ سے باہر متعارف کرانے میں راقم نے کتنا فرض نبھایا اس ضمن میں لداخ کے لوگوں کو ہی زیادہ جانکاری ہے۔اس کتاب کے منظر عام پر آنے کے بعد قارئین کی رائے کا خیر مقدم کیا جائے گا۔

تاریخ 26 ستمبر 2003ء

حمید اللہ حمید
کوارٹر نمبر 5 - C نیو ما چنگ تھنگ لداخ

☆☆☆

میں شاعر ہوں مجھے فطرت کے نظاروں سے الفت ہے
میرا دل دشمنِ نغمہ سرائی ہو نہیں سکتا

وہ افسانہ جسے تکمیل تک لانا نہ ہو ممکن
اسے اک خوبصورت موڑ دے کر چھوڑنا اچھا (ساحر لدھیانوی)

☆☆☆

لداخ ایک نظر میں

رقبہ: ضلع لیہہ 82665 مربع کلومیٹر

(رقبہ کے لحاظ سے ہندوستان میں سب سے بڑا ضلع اور آبادی میں کم)

ضلع کرگل 14036 مربع کلومیٹر

کل: 96701 مربع کلومیٹر

آبادی ضلع لیہہ

مرد 65166 عورتیں 52471 کل= 117637 نفوس

بمطابق سال 2001) ضلع کرگل مرد 60629 عورتیں 54598

کل= 115227 نفوس

کل مرد =125795 کل عورتیں =107069 کل= 232864

}آبادی تناسب: لیہہ میں 3 نفوس کرگل میں 8 نفوس

کل= ١١ نفوس فی کلومیٹر

زیر جنگلات: ضلع لیہہ 29 مربع کلومیٹر ضلع کرگل 7 کلومیٹر

کل 36 کلومیٹر

جنگلی جانور: ضلع لیہہ 13018 مربع کلومیٹر

ضلع کرگل 112 مربع کلومیٹر

کل 13130 مربع کلومیٹر جنگلی جانوروں کے دائرے میں آتا ہے۔

جنگلی جانور: جنگلی بکری، ہرن، جنگلی گدھا (کیانگ) جنگلی چوہا (فے) شاہ

طوس بکری (مارخور) جنگلی یاک برفانی چیتاSnow leopard۔ چنگ تھنگ کے بالائی علاقوں اور چوٹیوں پر مارخور اور برفانی چیتا ملتا ہے یعنی سطح سمندر سے 19ہزار سے 21ہزار فٹ بلندی پر بلتستان اور نوبرا میں برفانی چیتے ملتے ہیں۔

پرندے: بلیک نیک کرین Black neck crain اڑتے بطخ، چکور، کوے وغیرہ وغیرہ

(ریاست جموں وکشمیر میں بطور پرندہ بلیک نیک کرین کی اولین اہمیت ہے۔

انتظام حد بندی

تعداد ضلع: دو (لیہہ اور کرگل)

قصبے: دو (لیہہ اور کرگل) یہ دونوں مقامات سارے لداخ میں شہر مانے جاتے ہیں

تحصیل: تین لیہہ 1 کرگل 2 (کرگل اور زانسکار)

کل= 3

سب ڈویژن: ضلع لیہہ 3 (کھلسی، نوبرا، چنگ تھنگ)

کرگل 2 (کرگل، زانسکار) کل= 5

بلاک: ضلع لیہہ 6 (لیہہ، کھلسی، کھارو، نوبرا، نیوما، دربگ)

ضلع کرگل 7 (کرگل، دراس، تسرو، زانسکار، شرگول، شکرچکتن، سانکو

کل= 13

پنچایت حلقہ: ضلع لیہہ 68 ضلع کرگل:65 کل=133

سرکل ریونیو: ضلع لیہہ 4 ضلع کرگل:7 کل=11

پٹواری حلقہ: ضلع لیہہ 17 ضلع کرگل 25 کل=42

سڑکوں کی لمبائی: ضلع لیہہ 1177 کلومیٹر ضلع کرگل 615 کلومیٹر

کل=1792 کلومیٹر

یہ سڑکیں روڈس اینڈ بلڈنگس لیہہ اور کرگل کے تحت تعمیر کی گئی ہیں

جب کہ سرینگر لیہہ اور لیہہ منالی سڑکوں کے علاوہ لداخ خطے میں GREF کی زیر نگرانی سڑکوں کی لمبائی کے اعداد وشمار اس میں نہیں ہے)

ڈاکخانے: ضلع لیہہ 54 ضلع کرگل 52 کل=106

بینک شاخیں: ضلع لیہہ 14 ضلع کرگل 09 کل=23

لداخ کی معیشیت کا زیادہ دار و مدار مال مویشی پر

بمطابق سال 1997ء

ضلع لیہہ:

بھیڑ 80500 بکری 110300 گائے زمبو 27900

بیل 12700 گھوڑے 4300 گدھے 7600

یاک 9300 اونٹ 100 کل= 252700

ضلع کرگل: بھیڑ 182000 بکری 91200 گائے زمبو 40500

بیل 26900 گھوڑے 6200 گدھے 5400

یاک 10700 کل=362900

(تاریخ اول اگست 2002)

یہ اعداد وشمار ضلع لیہہ کے مختلف محکموں سے حاصل کئے گئے ہیں

☆☆☆

لداخ کی اہمیت اور جانکاری

منفرد جغرافیائی خدوخال اور امن وسکونت کا خطہ لداخ ہمیشہ سے ملکی اور غیر ملکی سیاحوں اور مہم جوئیوں کے لیے کشش کا باعث رہا ہے۔ ننگے پہاڑوں کا یہ خطہ سطح سمندر سے کافی بلندی پر واقع ہونے کی وجہ سے عجیب وغریب لگتا ہے۔ اس لیے اسے دُنیا کی چھت کا نام دیا گیا ہے۔ دشوار گذار راستوں، دروں، سخت چٹانوں، پُر پیچ گھاٹیوں، ترائیوں اور صحرائی ڈھلوانی وادیوں میں زندگی گزارنے والے تقریباً اڑھائی لاکھ نفوس آبادی لداخیوں، تبتیوں، بلتیوں اور پرکھوں پر مشتمل ہے۔ ان کی طرز حیات، زبان، سماجی معاملات اور تمدنی سرگرمیاں اور رسم ورواج گو کہ علٰحیدہ علٰحیدہ ہیں مگر یہ کہنا بے جا نہ ہوگا کہ اکثر معاملات میں پورے لداخ میں یکسانیت پائی جاتی ہے۔ اصل میں یہاں دو نسل کے لوگ آباد ہیں، آریائی نسل اور منگولیائی نسل، آریائی نسل کی شکل و شمائل کشمیریوں کی شکل وصورت سے ملتی جلتی ہیں جب کہ منگولیائی نسل کا ناک ونقشہ چینی لوگوں سے ملتا ہے۔

لداخیوں میں یہ سب سے بڑی خصوصیت ہے کہ انہوں نے پرانے وقت سے چلے آرہے مذہبی رسومات، سماجی معاملات، رہن سہن، خورد ونوش، ملبوسات، تہذیب وتمدن، فن طرز تعمیر اور دیگر امورات کو آج تک برقرار رکھا ہے اور اس میں تبدیلی نہ لانے کی سب سے بڑی وجہ یہاں کی سخت موسمی

حالات اور پہاڑی ڈھلوان پر گذر بسر ہے۔

لداخی گھمپاؤں میں سالانہ میلے لگتے ہیں اور بہت سارے تہوار شان و شوکت سے منانے کا سہرا لداخیوں کو ہے۔ اس قسم کے منعقدہ میلوں میں لداخی تہذیب، ثقافت، سماجی زندگی اور دیگر امورات سے متعلق جھانکیاں دیکھنے کو ملتی ہیں۔ ان تہواروں میں شرکت کرنے کے لیے ہندوستان اور غیر ملکی بودھ مت کے عقیدت مند آتے ہیں۔ کئی گھمپاؤں میں آرٹ و مصوری کا بے بہا خزانہ محفوظ رکھا گیا ہے۔ درو دیواروں پر سینکڑوں برس سے مصوری کے اعلیٰ نمونے بجائے گئے ہیں۔

لداخ سے متعلق جانکاری حاصل کرنے کے لیے کئی انگریزوں نے کٹھن حالات میں یہاں ٹھہر کر کتابیں لکھی ہیں۔ کئی محققین کہتے ہیں کہ اس کے خدو خال چاند سے ملتے ہیں، اس لیے اسے چاند کا دیس Moon Land کا نام دیا گیا ہے، بقول سردیو سنگھ مسافر، لداخ کی دھرتی چاند کی سطح زمین سے عین مطابقت رکھتی ہے۔ امریکہ کی پہلی خلائی ٹیم نے چاند سے چٹانوں اور پہاڑوں اور سطح زمین کے جو نمونے لائے تھے، ان کی تحقیقات کی ایک کڑی کے سلسلے میں ایک سروے رپورٹ کے مطابق واحد لداخ کا ہی علاقہ ایسا ہے جس سے سطح زمین تقریباً چاند جیسی ہے، گو فرق صرف اتنا ہے کہ لداخ کے علاقہ میں کشش اتنی نہیں جتنی چاند پر ہے، لداخ کے کئی علاقوں میں آکسیجن کی کمی ضرور محسوس کی جاتی ہیں۔

یہاں آباد سادہ لوح لوگ سالہا سال تک بیرونی دُنیا کی مداخلت کے اثرات سے پاک وصاف رہے ہیں۔ اس وقت دُنیا کے تمام پُرسکون مقامات میں لداخ پہلے نمبر پر ہے۔ یہاں خالص قدرتی حسن موجود ہے۔ لداخ کئی

معاملات میں دُنیا کی باقی جگہوں سے جداگانہ ہے اور اس کی انفرادیت کی وجہ سے اس کی دُنیا میں بہت اہمیت ہے۔لداخ کے متعلق کچھ جانکاری یوں ہے:

پہلا واحد لداخی جو کشمیر کا بادشاہ بنا

تبیت سے آیا ہوا تبتی نسل کا راجکمار رینچن شاہ جو کہ رینچن بوٹہ کے نام سے جانا جاتا تھا، کے متعلق یہ تاریخ ہے کہ اُس نے اپنے باپ جو کہ تبیت کا راجہ تھا کے ساتھ اختلاف کی وجہ پر لڑائی کی اور لداخ سے ہو کر کشمیر بھاگ آیا۔ یہاں اُس نے کشمیر کے راجہ سیہہ دیو کے کمانڈر انچیف رام چند کو مار ڈالا اور اس کی بیٹی کوٹہ رانی سے شادی کی اور 1320ء میں اپنے راجہ ہونے کا اعلان کیا اس وقت کشمیر میں بدھ مت کو عرصہ تک لاگو نہیں کیا گیا تھا، اس نے اسلام قبول کیا اور صدر الدین نام رکھ کر پہلا مسلمان بادشاہ بن گیا۔

ارغونوں کے متعلق اصلیت

زمانہ قدیم سے وسطہ ایشیاء کے مختلف حصوں اور کشمیر سے سوداگر اور بیوپاری سامان کی تبدیلی کے لیے لیہہ میں عرصہ تک ٹھہرتے ۔ انہوں نے لداخی لڑکیوں سے شادیاں رچائی، نیتجتاً لداخی سوساسٹی میں نئی نسل معرض وجود میں آئی ۔ بہت سارے وسطہ ایشیاء اور کشمیری مسلمانوں نے لداخی بودھی خاندان سے وابستہ لڑکیوں سے شادی کی اور ان کو ارغون کہا جانے لگا۔

جنرل زور آور سنگھ

لداخ ماضی سے ہی علحیدہ خطہ تھا کیونکہ ہندوستان سے بہت دور بلند

کوہ ہمالیہ کی سطح کا وہ حصہ جس کو بلند قامت برف پوش کوہسار سلسلوں نے گھیر رکھا ہے۔ مہاراجہ گلاب سنگھ نے جب جان لیا کہ لداخ کا نظم ونسق نا اہل حکومت کے ہاتھ میں ہے تو اس نے اسے جموں کے ساتھ ملا کر ایک وسیع ریاست بنانے کا منصوبہ باندھا، جنرل زور آور سنگھ کی قیادت میں دس ہزار ڈوگرہ افواج کشتواڑ، مڑوا، واڑون اور زانسکار کے دشوار گذار پہاڑوں کو عبور کرتے ہوئے 16/اگست 1834ء میں لداخ کے حدود میں داخل ہوئی۔ لداخی فوج کے ساتھ مقابلہ آرائی کے بعد کٹھ پتلی لداخی حکومت بنا کر جنرل زور آور سنگھ واپس چلا گیا۔ کچھ مدت کے بعد وہ لداخ پھر آیا اور لداخ کو مکمل فتح کر کے اسے جموں کے ساتھ ملایا، اس طرح لداخ ریاست جموں وکشمیر کا ایک حصہ بن گیا۔ بعد میں زور آور سنگھ نے اسکردو (بلتستان) کو بھی فتح کیا اور پھر تبت چڑھائی کے دوران وہ (انلے) چنگ تھنگ کے مقام پر مارا گیا۔

لداخ میں سیاحوں کا داخلہ

1947ء میں یارقند اور اسکردو کے راستے مکمل طور بند کیے گئے اور غیر ملکی سیاحوں کو لداخ میں داخلہ کے لیے پابندی لگائی گئی۔ پھر 27 سال بعد 1974ء میں ریاست جموں وکشمیر کے وزیر اعلیٰ سید میر قاسم نے یہ پابندی ہٹائی اور 1994ء میں نوبرا وادی اور شام علاقہ کے علاوہ چنگ تھنگ کے دربگ چھانگلا درہ سے نیگوگ جھیل اور نیوما بلاک میں اپشی منائی سڑک پر ٹنگلگلا درہ اور سرچو تک سیاحوں کے لیے چھوڑ دیا گیا، اس سے آگے ہماچل پردیش کا علاقہ آتا ہے۔ جب کہ اپشی نیوما سڑک یں صرف ماہی پل تک اور ماہی پل سے کرزوک جانے والی سڑک پر بہت سارا علاقہ معہ چھموریری جھیل

آتا ہے اور یہ حصہ آگے سرچو تک سے جا ملتا ہے۔ اس حصے پر سیاحوں کو باضابطہ اجازت نامے پر گھومنے کی اجازت ملتی ہے جب کہ لداخ کے وسیع و عریض چنگ تھنگ کے بیشتر حصے بشمول نیوما، دمچوک، انلے، چشول اور ژھاگہ سرحد تک سیاحوں کے آنے جانے پر پابندی بدستور جاری ہے۔

لداخ اٹانومس ہل ڈیولپمنٹ کونسل

10 / اکتوبر 1993ء کو لداخ اٹانومس ہل ڈیولپمنٹ کونسل کو منظور کیا گیا اور 8 / مئی 1995ء کو ہندوستان کے اس وقت کے صدر نے اس کو لداخ اٹانومس ہل ڈیولپمنٹ کونسل ایکٹ آف 1995ء کے تحت اختیارات کے احکامات صادر کیے۔ 3 / ستمبر 1995ء کو اس کونسل کے ممبران کو گورنر آف جموں و کشمیر نے حلف برداری کی رسم انجام دلائی، کل 26 کونسلروں کا انتخاب عمل میں لایا گیا جن میں 22 بلا مقابلہ کامیاب قرار دیئے گئے۔

لداخ بُدھسٹ ایسوسی ایشن

1934ء میں تین کشمیریوں، پنڈت شری دھر کول، شری نیل کنٹھ (انکم ٹیکس آفیسر) اور جی۔ این۔ شاہ (ہیڈ ماسٹر گورنمنٹ مڈل سکول لیہہ) نے قائم کیا، جب وہ اِدھر بوجہ سرکاری ملازمت تعینات تھے۔ اس تنظیم کو 1937ء میں باضابطہ رجسٹرڈ کیا گیا۔ یہ لداخ میں پہلی کوئی علاقائی تنظیم بن گئی اس کے پہلے صدر ژھوانگ ریگزن تھے۔ سماج سدھار کی مہم چلانے کے ساتھ ساتھ اس وقت کی مقامی سیاست میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیتی تھی۔

نیوما چنگ تھنگ، اگست 2002ء

اقسام اراضی لداخ

ماجنگ:۔ زیادہ پیداوار دینے والے کھیت کا نام۔ یہ قسم سب سے اہم کھیت مانا جاتا ہے۔ درجہ اول کا کھیت جس میں گرم، مٹر، گندم، باغلہ، سرسوں اور آلو وغیرہ کاشت کیا جاتا ہے۔

باغ ماجنگ:۔ اس قسم کے رقبہ میں میوہ دار درخت نصب کئے جاتے ہیں اور یہ درجہ اول کا ہی کھیت ہے۔ اس کھیت میں خوبانی، سیب، بادام اور اخروٹ ہوتے ہیں۔

ہر جنگ:۔ دوسرے درجہ کے کھیت کا نام ہے جس میں گندم، گرم مٹر، آلو وغیرہ کی کاشت ہوتی ہے

باغ برجنگ:۔ اس رقبہ جات میں دوسرے درجہ کے کھیتوں کا نام دیا تا جاہے جس میں میوہ دار درختان نصب کئے جاتے ہیں۔

تھاجنگ:۔ تیسرے درجہ کے رقبہ جات کا نام ہے اور درجہ دوم کے ہوتے ہیں۔ ان کھیتوں میں برجنگ کی طرح گندم۔ گرم آلو باغلہ و مٹر کی کاشت ہوتی ہے۔

باغ تھاجنگ:۔ اس رقبہ جات میں میوہ دار درختان نصب کئے جاتے ہیں۔

چھس:۔ اس قسم کے رقبہ جات میں سبزی و ترکاری مثلاً ساگ۔ پالک۔ مولی۔ شلغم۔ گوبھی کی کاشت ہوتی ہے۔ یہ اعلیٰ قسم کا کھیت مانا جاتا ہے۔

سچک :۔اس قسم کا رقبہ کا چوتھے درجہ کا مانا جاتا ہے۔سال میں ایک فصل لینے کے بعد اگلے سال خالی چھوڑ دیا جاتا ہے۔

اوتھنگ:۔ اس قسم کے رقبہ جات میں چارہ وغیرہ کی کاشت ہوتی ہے اور یہ پانچواں درجہ کا اراضی ہے۔

بنجر قدیم بیدزار و سفید زار:۔ یہ رقبہ جات غیر مزروعہ کی تعریف میں آتا ہے اس رقبہ میں بید اور سفیدہ کے درختوں کے امبوجا پودے نصب کئے جاتے ہیں۔

بنجر قدیم نانسکور:۔ یہ قسم عموماً چنگ تھنگ اور نوبرا کے سب ڈویژنوں میں آتا ہے۔اور غیر مزروعہ کی تعریف میں آتا ہے۔ایسے رقبہ جات میں جڑی بوٹیاں اور جھاڑیاں اور ادویاتی پودے ملتے ہیں۔

بنجر قدیم:۔رقبہ جات کئی سالوں رہنے کے بعد بنجر کی تعریف میں آتا۔اور بہت سارے گاؤں میں کاہچرائی کی صورت میں ہوتے ہیں (یہ اکثر چنگ تھنگ) کے دونوں بلاکوں نیوما اور دربک میں ملتے ہیں {غیر ممکن} اس قسم کے رقبہ جات میں غیر آبادی، کوہل، تالاب، راستہ وغیر ہمکن وغیرہ ہوتے ہیں لداخ کے اناج میوے اور سبزیاں رنگ، حجم اور مزے میں کشمیری پیداوار سے علٰحیدہ ہیں۔اس کی سب سے بڑی وجہ بلندی اور ہوا میں نمی کی کمی ہے۔

اکتوبر 2002



نوٹ: (سب ڈویژنل مجسٹریٹ نیوما شری صنم لنڈوپ اور اسسٹنٹ ایگریکلچر ایکسٹینشن آفیسر نیوما زون فاروق احمد ٹنکی کا شکریہ جنہوں نے اس بارے میں معلومات فراہم کی۔



غزل

گردش ایام سے نہیں گھبرا رہی ہے زندگی
رقص کرتے کرتے اب نہیں اکتا رہی ہے زندگی
سینکڑوں میل دور بیٹھا ہوں حکم سرکار کے تحت
یہ تبدیلی کی صورت میں جلاوطن چل رہی ہے زندگی
نا آشنا تھا یہاں کے چہرے اب نہیں رہے اجنبی
ان چوٹیوں کی بانہوں سے چپک رہی ہے زندگی
یہی ہے میرا وطن یہاں بنا ہے میرا ٹھکانہ
ٹھہرٹھہر کر بھٹک کر سسک رہی ہے زندگی
ہمالہ کی چوٹیو نیوماوادی کے تیز و تند ہواوٗ
گواہ رہنا یہاں کیسے مچل رہی ہے زندگی
انتظار ہے جہاز کا کشمیر جانے کی ہے مجبوری
رنجور ہوگئے ٹھنڈ سے یخ بستہ چل رہی زندگی
بلند چوٹیوں کے درمیان مشکلات میں بسے ہیں لوگ
منسٹر تو لوگوں سے بے خبر ہیں ایسے مچل رہی ہے زندگی



29 جنوری 2003ء

ایک خط

ازنیو ما چنگ تھنگ لداخ

13 نومبر 2004

واجب الاحترام حکیم منظور صاحب

اسلام علیکم ورحمتہ اللہ وبرکاتہ'

خیریت سے ہوں اور آپ کی خیریت اللہ تعالےٰ سے نیک چاہتا ہوں۔ یہاں سے کئی مرتبہ فون پر ملنے کی خواہش مند رکھتا تھا مگر سنا کہ آپ بہ سلسلہ علاج دہلی تشریف لے چکے ہیں اور عید سے پہلے واپسی ہوگی۔ آپکی صحت یابی کیلئے دعا کرتا ہوں۔ ادھر فون کے نظام میں گڑ بڑ رہتی ہے اور ہفتہ دو ہفتہ بعد لیہہ اور سرینگر رابطہ ہو جاتا ہے۔ خبر ونظر کا 31 اکتوبر 2004 کا شمارہ آج ہی موصول ہوا۔ اس میں آپکے تحریر کردہ اداریہ ''آج کچھ درد میرے دل میں ہوا ہوتا ہے'' سے ظاہر ہے کہ جنت بے نظیر کے ماحول میں دن بدن آلودگی بڑھتی جارہی ہے۔ اس معاشرے کو مادہ پرستی کی کافی ہوا لگ چکی ہے۔ جو پیار و یگانگت اور سماجی سدھار مجھے بچپن اور لڑکپن کے سالوں میں نظر آتا تھا۔ وہ ایک خواب بن کر رہ گیا ہے۔ آپ کے اداریہ نے مجھے یہ واقعہ

لکھنے اور خبر ونظر میں چھاپنے کیلئے حس دیا۔ امید ہے کہ ''خدمت خلق کا جذبہ ہوتا ایسا'' کو نزدیکی شمارے میں جگہ ملے گی۔

سرینگر سے 620 کلو میٹر دور ادھر میرے نام عرصہ دو سال سے ڈاک سے یہ اخبار بھیجنے کا کافی ممنون ہوں۔ البتہ آج دو ماہ بعد اخبار ادھر آیا۔ چٹان بھی ایک سال سے کبھی کبھار آتا ہے۔ دعاؤں میں اس ناکارہ کو شامل رکھیں۔

خلوص مند

حمید اللہ حمید



لداخ حقیقت کے آئینے میں

☆ غلام رسول گلوان پہلا لداخی تھا جس نے انگریزی میں Servant of Sahbis لکھی۔ یہ کتاب 1923ء میں انگلستان میں شائع ہوئی اور دوسری مرتبہ 1995ء میں لیہہ سے شائع کی گئی۔ غلام رسول گلوان نے انگریزوں کے زمانے کے ایڈمنسٹریٹر سر فرانس ینگ ہسنبڈ کے لداخ کے دُور افتادہ پُر پیچ مقامات کے سفر کے دوران کافی خدمت کی ہے۔

☆ لداخ کے اعداد و شمار کے متعلق پہلی کتاب Ladakh Physical Statistical and Historical with notices of the sorrounding countries. کو مسٹر الیگذ نڈر کھنگیم نے تیار کیا۔

(بقیہ آگے صفحہ 31 پر)

کیری اور نیئی کا دورہ

گیارہ جولائی 2003ء کی صبح کو میں نیوما سے سرکاری دورے پر ماہی، چماتھانگ، سکڈ مانگ، کیری اور نیئی روانہ ہوا۔ جہاں کئی دفعہ میں دورے پر گیا ہوں نیوما بلاک کا یہ نچلا رونگ علاقہ کہلاتا ہے۔ کڈ مانگ جو دریائے سندھ پر بنے پل کے پار اونچی جگہ پر ہے سکڈ مانگ میں گھنٹہ بھر ٹھہرا پھر جیپ واپس نیوما لیہہ سڑک کیطرف مڑی۔ نیئی ایک خوبصورت جگہ ہے جو شاہراہ کے دونوں طرف آباد ہے۔ یہاں کی آبادی تقریباً ڈیڑھ سو نفوس پر مشتمل ہے اور صرف گیارہ گھرانے بستے ہیں۔ جنرل روڑ سے گاؤں کے اندر تک نصف کلو میٹر سڑک کی تعمیر ہو چکی ہے۔ گاؤں کی معشیت کا دارومدار بھیڑ بکریوں کے علاوہ زراعت پر ہے۔ بھیڑ بکریوں کی تعداد ۵۰۰ سے تجاوز کر گئی ہے جبکہ یاکوں کی تعداد ۵۰ ہے۔ یہاں کی زمین جو کہ دریائے سندھ کے کنارے زرخیز ہے اس میں گرم کے علاوہ مٹر، سرسوں اور آلو کی کاشت ہوتی ہے۔ گاؤں کے لوگ سیدھے اور شریف ہیں اور آپس میں میل جول سے رہتے ہیں۔ اس جگہ طبی سہولیات کا بہتر انتظام ہے۔ سب سنٹر نئی تعمیر شدہ

بلڈنگ میں پچھلے سال منتقل ہو چکی ہے یہاں کے گورنمنٹ مڈل سکول میں صرف ۱۴ لڑکے اور لڑکیاں زیر تعلیم ہیں۔ان کی تعلیم و تربیت کیلئے آٹھ اساتذہ اور ہیڈ ماسٹر چمن لال بٹ جو کہ شوپیان کا رہنے والا ہے، حال ہی میں دو سال بعد تبدیل ہوئے پچھلے دو سال میں اس سکول کا رزلٹ ۱۰۰ فیصد اور ۶۰ فیصد رہا۔ نئے تعمیر شدہ کمیونٹی ہال میں ایک رنگین ٹیلی ویژن اور جنریٹر رکھا گیا ہے۔ یہ جگہ مقامی لوگوں کے ناچ و گانے کیلئے مخصوص ہے۔ مختلف تہواروں اور منعقدہ تقریبات پر یہاں کی آبادی جمع ہوتی ہے۔لوگوں کو اناج کی فراہمی کیلئے فوڈ سپلائز سٹور ہے۔ دریائے سندھ کے کنارے یہ جگہ لیہہ نیوما دچوک شاہراہ پر لیہہ سے جنوب مشرق جانب ۱۲۰ کلومیٹر دور ہے۔ قدیم گھمپا کے آثار یہاں پائے گئے اس جگہ اب نئے طرز کے گھمپا کی تعمیر کا کام شروع ہو چکا ہے۔

ضلع لیہہ کی اہم شخصیات تاشی درجے کا یہ آبائی گاؤں ہے جو آجکل ڈپٹی کمشنر کے عہدے پر فائز ہیں گاؤں کا میدانی رقبہ کوہساروں سے گھرا ہوا ہے جو کہ گاؤں کی دلکشی میں اضافہ کرتا ہے۔گاؤں کے کھیتوں کو ایک نالہ سے سینچائی کی سہولیات ہیں۔ اس سے آگے اسی شاہراہ پر کیری آتا ہے۔ یہ وزارت دفاع کا ایک اہم مرکز ہے۔ یہ نیوما سے 72 کلومیٹر دووری پر ہے۔ جبکہ 110 کلومیٹر دور ہے۔ یہاں گاڑیوں کی چیکنگ ہوتی ہے۔ دریائے سندھ کے پار کیری گاؤں ہے۔آرمی کی طرف سے دریائے سندھ کے اوپر فٹ برج بنایا گیا ہے جبکہ پبلک ورکس ڈیپارٹمنٹ نیوما کی طرف سے گاڑیوں کی آمد و رفت کیلئے ایک پل تعمیر ہوا ہے اس بستی میں صرف آٹھ ہی گھرانے آباد ہیں جبکہ گرد و نواح آرمی کی بارکیں اور دفاتر نظر آرہی ہیں۔ بستی

میں ایک پرائمری سکول قائم کیا گیا ہے جس میں اس وقت صرف چار بچے زیر تعلیم ہیں۔ دیدہ زیب سکول میں دو اساتذہ کے ٹھہرنے کا بھی انتظام ہے۔ کیمونٹی ہال میں مختلف تقاریب کا اہتمام ہوتا ہے اس جگہ سرکاری ٹیلی ویژن رکھا گیا ہے۔ یہاں کے گوبا (نمبردار) نے کئی بار مجھے کیری کو مکمل طور مشاہدہ کرنے کیلئے کہا اور رات بھر قیام اور اگلے روز بھی ٹھہرنے کی منت سماجت کی مگر میرا نیوما پہنچنا ضروری تھا کیونکہ اگلے روز ضروری فنکشن کیلئے انتظامات کرانے تھے۔



(صفحہ 28 سے آگے)

☆ مسٹر الیگذنڈر کھینگیم 1847ء میں اُس تین نفری کمیشن کا ممبر تھا جسے ہندوستان میں برطانوی حکومت نے تبت، لداخ اور سپتی (ہماچل پردیش) اور لداخ کے درمیان سرحدوں کی ڈیمارکیشن Demarcation کے لیے منتخب کیا تھا۔ یہ کتاب 1854ء میں شائع ہوئی، اس کتاب میں کافی معلومات درج ہیں۔

☆ کلکتہ میں کوارٹر ماسٹر جنرلز کی شاخ نے اسے 1890ء میں The Gazatter of Kashmir and Ladakh عنوان سے شائع کیا۔

☆ جس کتاب کو لداخی/تبتی زبان میں پہلی بار ترجمہ کیا گیا وہ بائیبل ہے اس کام کی شروعات موراوائن مشینریز سے وابستہ دو اصحاب جاسچھکی اور فرانکی کے علاوہ مقبول لداخی عیسائی جاسپ جارہن نے 1861 میں کیا۔

(بقیہ صفحہ 36 پر)

دمچوک کی اہمیت

لیہ اور لاسہ کے درمیان یہ جگہ آتی ہے جو کہ چین سرحد کی جانب ہندوستان کا آخری پڑاؤ ہے۔ قدیم زمانے میں یہی اہم راستہ تھا جب لاسہ (تبت) سے کاروان لداخ آیا کرتے اور یہ کاروان یارقند کاشغر کا بھی رخ کرتے۔ یہ کاروان لیہ کرگل سے ہوکر کشمیر جایا کرتے۔ رفتہ رفتہ یہ سڑک بند ہوگئی۔ جو ہندوستان اور چین کے درمیان آسان راستہ ہے۔ اس راستہ کو کھول دینے کیلئے [illegible] ہندوستان کے دورۂ چین پر بات اٹھی۔ چین جنگ کے بعد اس کی اہمیت اس وجہ سے کم ہوگئی کہ یہاں کی بستی دوسرے مقامات کی طرف منتقل ہوگئی اور ان جنگ میں یہ علاقہ کافی متاثر ہوگیا اسی کا نتیجہ Demorg ہے۔ کچھ تبتی لوگ اسے d kar p کہتے ہیں۔ سندھ ندی کے جنوب مغرب سے آتا ہے اور اس کے پار کا علاقہ چین کے قبضے میں ہے۔ سطح سمندر سے 14500 فٹ کی بلندی پر واقع یہ علاقہ اکتوبر سے مئی تک برف کی لپیٹ میں رہتا ہے۔ اور یہاں کا درجہ حرارت دسمبر جنوری میں منفی 35 ڈگری ہوتا ہے۔ جبکہ جولائی مہینے میں گرمی اچھی خاصی پڑتی ہے۔ درجہ حرارت 12 ڈگری تک بڑھتا ہے۔

یہ جگہ دو حصوں میں منقسم ہے۔ دریائے سندھ کے پار تا مغرب پانی کی نالی اور پہاڑ اور سڑک جہاں نشان لگا ہے چین کے حصہ میں ہے اور اس طرف سندھ کے کنارے فارسٹری پلانٹیشن نرسری آئی ٹی بی ایف کا کیمپ چند مکانات اور پانی کی نالی کے اس طرف گرم چشمے پر محکمہ دیہات سدھار کے تعمیر کردہ غسلخانے ہیں۔ اور یہ پانی بہت سے تکالیف دور کرنے کا آزمایا ہوا ہے۔ 1962ء کی جنگ کے بعد دیچوک کا مشرق سے جنوب، اور جنوب سے مغرب جانب چین کے قبضے میں چلا گیا۔ پہاڑوں سے گھرے دیچوک میں 5 رہائشی مکانات میں صرف ایک درجن گھرانے تھوڑی بہت کھیتی باڑی کرنے کیلئے گرمیوں کے ایام میں ادھر ٹھہرتے ہیں۔

دیچوک میں لداخ ترقیاتی کونسل کے اراکین، سب ڈویژنل انتظامیہ نیوما کے آفیسران بلکہ وزارت بچاؤ کے آفیسران اور دیگر مرکزی آفیسران کا آنا جانا رہتا ہے۔ گرم چشمے کے پانی کو دس غسلخانوں میں لیجانے اور باہر نصف درجن نلوں میں پہنچانے کیلئے انتظام کیا گیا ہے۔ گرم چشمے کی جگہ شمال جانب برلب سڑک اونچی جگہ پر واقع ہے۔ آگے کی سڑک چین کے قبضے میں ہے۔ چشمہ کے نزدیک اس جگہ 3 کمروں والا ریسٹ ہاوس اسی سال تعمیر ہوا۔ جنوب مغرب جانب چارڈنگ لا اور ندی جس کا تذکرہ پہلے ہوا ہے اور کوپن زنگ لا چین کے قبضہ میں ہے۔ اور شمال جانب جورولا (جو کہ ہندوستان کا ہے) دیچوک میں آبادی نہ ہونے کے برابر ہے اسلئے نہ ہی یہاں کوئی ہسپتال اور سکول دکھائی دیتا ہے البتہ دور درشن کا ریلے سنٹر کھڑا ہے۔ محکمہ انفارمیشن لداخ نے طبع تفریح کیلئے تعمیر کئے گئے کمیونٹی ہال میں رنگین ٹی وی اور ڈیزل جنریٹر سیٹ رکھا ہے۔ اس جگہ پہنچ کر آہ بھری جاتی ہے۔ اور خواہش

ہوتی ہے کہ تمنا ہوتی ہے کہ کم فاصلے اور آسان طریقے کا مانسرور (تبت) کا راستہ کھولنے کیلئے چین اور ہندوستان کے حکام فوری اقدامات اٹھائیں۔ چین کے قبضے میں مانسرور جھیل 400 کلومیٹر دور پڑتا ہے۔ جبکہ تبت کی راجدھانی لہاسہ اس جگہ سڑک کے راستے کافی دور ہے۔ سب ڈویژن چنگ تھنگ میں دمچوک کافی اہمیت کا حامل ہے جو کہ لیہہ سے 323 کلومیٹر دور ہے۔ اور نیوما سے 141 کلومیٹر۔

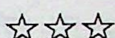
اسی سڑک پر دمچوک سے 45 کلومیٹر پہلے چین کے سرحد پر دریائے سندھ سے ہی کویول کا علاقہ شروع ہوتا ہے۔ جو ڈونگٹی وادی تک پھیلا ہوا ہے دریائے سندھ کے پار پہاڑی چوٹی پر دمچولے نظر آتا ہے اور اس جانب کویول کا علاقہ۔ البتہ کویول کی وادی کے بیچ چشم نالہ بہتا ہے اور اس جگہ سرسبز کھیت اور پلانٹیشن نرسریوں کے علاوہ دور دور تک مکانات نظر آتے ہیں۔ یہ جگہ لداخ میں خاصی اہمیت رکھتی ہے جہاں کچھ تبتی گھرانے بھی ٹھہرے ہیں۔ اس طرح یہ وادی جو ہر طرف پہاڑوں سے گھری شمال سے جنوب جانب 5 کلو میٹر اور مشرق سے مغرب جانب ڈیڑھ کلومیٹر چوڑی ہے۔ پہاڑی گھیراؤ کی وجہ سے یہاں سردی کا اثر شام کو زیادہ رہتا ہے اور جون جولائی کی شام کو یہاں جاکٹ پہننا پڑتا ہے۔ یہ جگہ سطح سمندر سے 4220 میٹر (15500) فٹ بلندی پر واقع ہے۔ دسمبر جنوری کے مہینے میں یہاں درجہ حرارت منفی 40 ڈگری سے علاوہ ہوتا ہے۔ چونکہ یہاں دمچوک کے اکثر گھرانے ہجرت کر کے آباد ہو چکے ہیں۔ اسلئے حکومت یہاں کی تعمیر و ترقی اور لوگوں کی فلاح و بہبود کی طرف خاص توجہ دینے لگی ہے۔ اگر چہ عام لوگوں کا پیشہ بھیڑ بکری پالنا اور تھوڑی بہت زمین کی کاشت ہے مگر سالہا سال سے یہاں کے

لوگ تبت سے چیزیں لے کر پہنچ جاتے ہیں۔ یہ کہنا بے جا نہ ہوگا کہ لیہہ کے بازاروں میں جو چینی سامان بکتا ہے نصف سے زیادہ کویول سے ہی آتا ہے اگر چہ 2002ء سے اس میں کچھ روک لگ گئی جب سے مرکزی حکومت کا کسٹم دفتر نیوما میں کھولا گیا۔ ان کی چھاپہ مارٹیم اکثر راتوں کو ہی اس علاقے کی طرف آکر چھاپہ مارتی ہے۔ چینی سامان کو سمگلنگ کرنے میں کافی رکاوٹ آئی ہے۔ گاؤں کی آبادی 627 نفوس ہے جن میں تبّتی رفیوجی کی تعداد 127 ہے۔ 120 گھرانوں پر مشتمل دو درجن گھرانے تبّتی ہیں جو 1962ء کی جنگ سے پہلے یہاں ہجرت کر کے آئے ہیں۔ یہاں کچھ دوکانات مکانوں میں ہی سجائے جاتے ہیں۔

کویول میں دو گھمپا ہیں اور مختلف تہواروں پر یہاں نہ صرف پوجا پاٹ ہوتی ہے بلکہ تمدنی پروگرام بھی منعقد کرتے ہیں۔ اچھا خاصا کمیونٹی حال جو کہ مقامی ولیج کونسل کی زیرِ نگرانی ہے رنگین ٹیلی ویژن اور جنریٹر سیٹ لگا ہے۔ دور درشن کا ریلے سنٹر قائم کیا گیا ہے اور لوگ آسانی سے دور درشن کے پروگرام دیکھ پاتے ہیں۔ اگر چہ یہاں میڈیکل ایڈ سنٹر میں ادویات کی فراہمی کے علاوہ بنیادی طبی سہولیات کی فراہمی کے لیے عملہ ہے مگر نیوما سے 96 کلو میٹر دور اس بستی میں ایک ڈاکٹر رکھنے کے لیے انتہائی ضرورت ہے۔ اس جگہ ایک گورنمنٹ مڈل اسکول قابل دید ہے۔ سماجی پروگراموں کو عملاً قائم کرنے کی ضرورت ہے۔ 130 ایکڑ راضی پر پھیلے فارسٹ پلانٹیشن نرسری میں مختلف اقسام کے بوٹے نصب شدہ ہیں۔ یہاں سے 5 کلومیٹر دور اونچی جگہ پر کھالا گاؤں سے چشم نالہ آتا ہے جو گاؤں کے بیچوں بیچ گذر کر کھیتوں کو سینچائی میں معاون ہے۔ نالے پر ایک ہزار فٹ لمبے بنڈ کو تعمیر کیا گیا ہے۔ چونکہ

اس نالے میں جون جولائی میں پانی کی زیادتی کی وجہ سے سڑک زیر آب آتی ہے۔اسلئے نالے پر تعمیر کئے گئے پل سے اس طرف پہاڑ دامن سے سال 2002ء میں رابطہ سڑک نکالی گئی جو آگے دمچوک سڑک کے ساتھ ملتی ہے۔ لیہہ سے ہفتے میں ایک بار روڈ ٹرانسپورٹ کی بس یہاں آتی ہے۔

20 جولائی 2003ء



صفحہ نمبر 31 سے آگے

☆لداخ میں پہلا اخبار لداخ فونیا (Ladakh Phonya) نام سے 1904ء میں شائع ہونے لگا۔ ریاست جموں و کشمیر کا واحد یہ اخبار کئی سال تک شائع ہوتا رہا۔ اس کو ایک اسکالر فرانکی Francke جو کہ موروائن مشینیریز سے وابستہ تھا کو شائع کرنے کی شروعات کی۔ پچھلی تین دھائیوں سے محکمہ انفارمشن لداخ کی زیر ادرات میں یہ لداخی میگزین کی صورت میں ماہوار نکالتا ہے۔

(بقیہ صفحہ 46 پر)

لداخ میں اسلام ایک نظر میں

از: عبد الغنی شیخ لداخی

لداخ کی سرزمین صدیوں سے اسلام اور بدھ مت کا گہوارہ رہا ہے اور یہاں کے پہاڑوں اور ہریالی گھاٹیوں میں اذان کی صدائیں بلند ہوتی رہتی ہیں۔

جغرافیہ: ۔لداخ (Ladakh) کا رقبہ اقصائے چین سمیت تقریباً 95 ہزار مربع کلومیٹر لیکن صرف 620 مربع کلومیٹر کے رقبے میں کھیتی باڑی اور اقتصادی سرگرمیاں ہوتی ہیں، باقی علاقہ پہاڑوں کے سلسلے، دروں اور میدانوں پر مستمل ہے بلندی اور کڑاکے کی سردی کی وجہ سے کھیتی باڑی اور انسانی آبادکاری ممکن نہیں ہے اپنے جغرافیائی خدوخال کی وجہ سے لداخ کو Moon land چاند کی سرزمین Magic land جادوئی دیش'' اور دُنیا کی چھت' Roof of the World کہا جاتا ہے اپنی لمبی تاریخ میں لداخ کو مختلف ناموں سے پکارا گیا ہے، بہت سارے مورخین نے '' تبت خورد'' اور مغربی تبت کے نام سے لداخ کو یاد کیا ہے۔

آبادی: ۔دولاکھ کی آبادی میں مسلمانوں کی آبادی کا تناسب باون فیصد ہے، باقی بدھ مت کے پیروکار ہیں چند سو عیسائی بھی لداخ میں بستے

ہیں۔ خطے میں دو ضلع ہیں ضلع لیہہ (Leh)اور ضلع کرگل (Kargil)۔ ضلع لیہہ بودھوں کی اور ضلع کرگل میں مسلمانوں کی اکثریت ہے ضلع لیہہ کے مقابلے میں کرگل میں آبادی قدرے زیادہ ہے ضلع لیہہ میں تقریباً بیس فیصد مسلمان آباد ہیں۔ مسلمان لیہہ سمیت ضلع کے ۱۱۲ دیہات میں سے ۲۵ دیہات میں بستے ہیں۔ ان میں ۷ دیہات میں مسلمانوں کی اکثریت ہے۔ تقسیم ملک کے دوران چند دیہات سے مسلمان پاکستان ہجرت کر گئے۔ اس سے مسلمانوں کی آبادی میں کچھ کمی آئی۔

لداخ کی مسلم آبادی سنی، شعیہ اور نوربخشی پر مستمل ہے سنی مسلمان حنفی مسلک سے تعلق رکھتے ہیں۔ خط لداخ میں اہل سنت والجماعت کی تقریبا ایک سو گیارہ (111) مساجد ہیں۔ لیہہ کی تاریخی جامع مسجد لداخ کی سب سے بڑی مسجد ہے۔ جبکہ کرگل ضلع میں سینکڑوں مساجد ہیں۔ دورافتادہ زانسکار کی راجدھانی پدم کے ۱۰۰ گھرانوں کیلئے ایک جامع مسجد کے علاوہ دو اور مسجدیں ہیں۔ پانی کھر نامی گاؤں میں تین مسجدیں ہیں۔

لیہہ کی جامع مسجد آج سے تین سو تینتیس 333 سال پہلے 1666 - 67 میں مغل شہنشاہ اورنگزیب عالمگیر اور لداخی راجہ دیلدن نمگیل کے مابین ایک معاہدے کے تحت تعمیر ہوئی۔ لداخ ان دنوں مغلیہ حکومت کا باج گذارا تھا۔ اوراس کے بدلہ مغل حکومت لداخ کی خودمختاری اور سلامتی کی ضامن تھی۔ شروع میں مسجد کا فن تعمیر لداخی اور تبّتی طرز کا تھا۔ آج کل اسلامی فن تعمیر کے مطابق گنبد و مینار تعمیر کئے گئے ہیں قصبہ میں اس سے پرانی ایک اور چھوٹی مسجد ہے۔ مسلم آبادی میں اضافہ اور سنٹرل ایشیاء اور کشمیر سے تاجروں کی آمد کی وجہ ایک بڑی مسجد کی ضرورت محسوس کی گئی۔ اسلئے موجودہ جامع مسجد کی

توسیع عمل میں آئی۔ مسجد میں حضرت میر سید علی ہمدانیؒ کی ایک یادگار ہے مقامی روایت کے مطابق انہوں نے مسجد کی تعمیر سے پونے تین سو سال پہلے اس جگہ عبادت کی تھی۔ لیہہ اس پندرہ کلومیٹر دور شے مسجد بھی ان سے منسوب کی جاتی ہے اس لحاظ سے یہ لداخ کی سب سے پرانی مسجد ہے۔ ۱۹۸۰ء میں لداخ کے راستے سے چینی ترکستان تشریف لے گئے تھے۔

لداخ میں اسلام کی تاریخ

کشمیر کے مورخین اور نسل ورنسل پہنچی ہوئی روایات کے مطابق پہلے اسلام کا پیغام حضرت میر سید علی ہمدانی جنہیں شاہمدان بھی کہا جاتا ہے لداخ لایا۔ انہوں نے خطہ میں تبلیغ دین کا کام بھی کیا اور مورخین کے مطابق کئی مسجدیں بھی تعمیر کیں۔ پروفیسر مجیب کے مطابق ان میں ایک مسجد زنسکار کی راجدھانی پدم میں تعمیر کی۔ روایات کے مطابق حضرت شاہ ہمدان بلتستان بھی تشریف لے گئے جہاں خطہ کی قدیم ترین مسجدوں کی تعمیر کا سہرا ان کے سر باندھا جاتا ہے۔

تاہم ساتویں اور آٹھویں صدیوں میں جب لداخ بلتستان اور گلگت کا پورا خطہ چین، تبت، سنٹرل ایشیاء، عرب اور کشمیر کی معرکہ آرائیوں کا مرکز بنا تھا تو لداخ میں عرب فوجیوں کی نقل وحرکت اور تاجروں کی آمدورفت تھی۔ لداخ کے ٹانگچے علاقے میں چٹانوں پر ایک قرانی آیت اور عربوں کے نام تراشے ہوئے پائے گئے۔ ان میں ناصرین صالح ابومنصور۔ ابوالایات اور زکریا ابن قاسم چند اہم نام ہیں۔ محققوں کے مطابق سنٹرل ایشیاء کے معرکوں اور دور کی سیاسیات میں ان کے نام ملتے ہیں۔

لداخ کے ہمسایہ ملکوں اور خطوں میں اسلام کے پھیلنے سے لداخ میں اسلام کی اشاعت کو تقویت ملی۔ خلیفہ ولید بن عبد الملک کے عہد میں مشہور عرب جرنیل قتیبہ بن مسلم نے ۷۰۵ء میں پائین ترکستان فتح کیا۔ ۷۵۱ء میں عربوں نے دریائے طالاس پر چینی فوج کو فیصلہ کن شکست دی اور سنٹرل ایشیاء سے چین کی گرفت ختم ہوگئی۔ نویں صدی میں سارا سنٹرل ایشیاء حلقہ بگوش اسلام ہوا۔

لداخ میں اسلام کا پہلا ذکر عباسی خلیفہ المامون (۸۳۳۔ ۸۱۳ء) کے دورِ حکومت میں ملتا ہے۔ ایک کتبہ میں جو افغانستان میں ملا تبت اور بلتستان کی فتوحات پر اللہ تعالےٰ کا شکر ادا کیا گیا ہے۔ خلیفہ المہدی نے تبت سے خراج مانگا تھا۔ عرب مورخین یعقوبی، طبری، ابن خلدون، البیرونی، مسعودی وغیرہ نے تبت کا ذکر کرلیا ہے ان دنوں لداخ تبت کا حصہ تھا۔

تیرھویں صدی میں کشمیر اس اسلام کی اشاعت ہوئی۔ شروع اس کا سہرا سنٹرل ایشیاء کے ایک خدا رسیدہ بزرگ سید شریف الدین کے سر ہے۔ وہ چینی ترکستان کے رہنے والے تھے۔ پہلے ان کے ہاتھوں اسلام قبول کرنے والا ایک لداخی شہزادہ رنچن شاہ تھا، سلطان صدر الدین کے نام سے وہ کشمیر کا پہلا مسلمان حکمران بنا۔

سولہویں صدی کی شروعات میں بلتستان کے عام راجوں نے اسلام قبول کیا۔ حضرت شاہ ہمدانؒ نے پودا لگایا تھا۔ حضرت سید نوربخش نے اس کی آبیاری کی وہ ۱۵۰۰ء میں بلتستان اور کرگل آئے اور تبلیغی کام کیا۔ ان کے پانچ سال بعد میر شمس الدین عراقی پہنچے۔ شعیہ مسلک اختیار کیا۔ وہ لداخ کے پوریگ (کرگل) علاقے میں بھی آئے اور لوگوں نے ان کے ہاتھوں اسلام

قبول کیا۔

کرگل کے بلتی سرداروں نے کشمیر اور سنٹرل ایشیاء سے وقتاً فوقتاً عالموں اور مبلغوں کو اپنے بچوں کو دینیات پڑھانے اور رعایا کو اسلامی تعلیمات سے روشناس کرانے کیلئے مدعو کیا۔ اپنی بیٹیاں ان کے عقد میں دیں اور انہیں بسنے کیلئے زمین، مکان اور دوسری مراعات دیں۔

مغل شہنشاہ شاہجہاں کے دور حکومت میں لداخ حکومت میں لداخ مغل حکومت کا باج گزار بنا۔ لداخ کے راجوں نے کشمیر وغیرہ سے مسلمانوں کو مختلف امور کی انجام دہی کیلئے لداخ مدعو کیا۔ ان میں فارسی داں مترجم اور منشی شامل تھے۔ لداخی راجہ جمیانگ نمگیل نے سات مسلم تاجروں کو لیہہ میں بسایا انہیں خاص مراعات حاصل تھیں۔ اور شاہی تاجر کہلاتے تھے۔ سنٹرل ایشیاء کشمیر کشتواڑ اور ہندوستان کے مختلف حصوں سے تجارت کے سلسلے میں لداخ آنے والے کئی تاجر لداخ میں بس گئے اکثروں نے لداخی عورتوں سے شادی کی۔ لیہہ اور آس پاس کے دیہات کے سنی مسلمان انہیں کی اولاد ہیں۔ اور ان کی آبادی ہزاروں میں ہے۔ بلتستان سے سینکڑوں بلتی لداخ منتقل ہوئے اور لیہہ کے پاس آباد ہوئے۔ مسلمانوں نے پورے طور پر لداخی بودوباش خوراک اور پوشاک اختیار کی۔ لداخی زبان سیکھی البتہ اسلام کا دامن مضبوطی سے تھامے رکھا۔

۱۸۶۹ء میں مسلمانوں نے لیہہ میں ایک مکتب کھولا جہاں دینیات اور مروجہ تعلیم دی جانے لگی۔ بعد میں ایک پرائمری سکول کھولا۔ اس وقت ضلع لیہہ میں مسلمانوں کے کئی پرائیویٹ تعلیمی ادارے ہیں۔ ان میں اسلامیہ پبلک انگلش میڈیم ہائی سکول اور امامیہ انگلش میڈیم ہائی سکول شامل ہیں۔

تیس دہائی میں سنی مسلمانوں کی فلاحی انجمن، انجمن معین الاسلام قائم ہوئی۔ شعیوں نے انجمن امامیہ قائم کی، نئی نسل کے مسلم لڑکوں اور لڑکیوں کی شرح خواندگی تقریباً سو فیصد ہے۔ بیسیوں مسلمان طلبہ اور طالبات لداخ سے باہر تکنیکی اور تعلیمی اداروں میں زیر تعلیم ہیں۔ تاریخ میں پہلی بار لیہ کے پاس ٹھکسے نامی گاؤں میں تین چار سال پہلے ایک دینی مدرسہ مدرسہ علوم القران کے نام سے قائم کیا گیا ہے۔ جس میں فی الحال حفظ قران کے ساتھ ساتھ دینیات کی تعلیم دی جاتی ہے آئندہ انشاء اللہ تعالیٰ علوم قران وحدیث کی تعلیم بھی دی جائے گی۔

مسلمانوں نے گذشتہ تین چار صدیوں میں علماء مہم جو، سرکردہ معمار، مجاہد آزادی، شاعر اور طبیب پیدا کئے ہیں لداخی مسلمانوں کا لداخی ادب، زبان، پکوان خاص کر سماجی بیداری میں اہم رول رہا ہے۔ فی زمانہ عالم اسلام کے مشہور اسلامی ادارہ دار العلوم ندوۃ العلماء لکھنو کے علماء فضلاء اور دیگر تعلیمی اداروں کے فارغ التحصیل مقامی علماء اور مدرستہ البنات مالیگاؤں ضلع ناسک مہاراشٹر کی تعلیم یافتہ عالمات لداخی مسلمانوں کو اسلامیات سے روشناس کرانے اور دینی بیداری لانے کیلئے ایک موثر مہم چلا رہے ہیں جس کا خاطر خواہ نکل نتیجہ رہا ہے۔



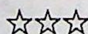
جامع مسجد لیہہ کے امام ومبلغ مولانا محمد عمر صاحب کا شکریہ جنہوں نے اس شایع شدہ پمفلٹ کی ایک کاپی مجھے عنایت کی۔ جناب عبدالغنی شیخ صاحب لداخ کے ایک سرکردہ ادیب کی حثیت سے مقبول ہیں۔ ان کے لداخ کے متعلق بیشتر اردو اور انگریزی مضامین ملک کے مختلف رسالوں میں شائع ہوتے رہتے ہیں۔





شاہ ہمدان سے متعلق لداخی مسلمانوں میں یہ روایت ہے کہ وہ لداخ اور تبت کی سرحد پر واقع ایک مقام مردے ناغا گئے تھے۔ جہاں خطے کی امن و سلامتی کیلئے انہوں نے دعا مانگی تھی لوگ کہتے ہیں کہ ان کی دعا کا اثر تھا کہ ۱۹۶۲ء کی ہند چین جنگ میں اس علاقے کو کوئی گرند نہ پہنچی۔

اس علاقے میں نیوما نام کے گاؤں میں جو آج کل سرحدی علاقہ چنگ تھنگ سب ڈویژن کا صدر مقام ہے ایک گھمپا میں کسی مسلم بزرگ سے وابستہ ایک مورتی ہے جو ''خاچے لہا'' یا مسلم دیوتا کے نام سے مشہور ہے لیہہ کے جانکار مسلمانوں کا کہنا ہے کہ یہ مورتی حضرت میر سید علی ہمدانی سے گہری عقیدت کے طور علاقے کے بودھوں نے نصب کی تھی اسلام بت پرستی کے خلاف ہے۔ سید علی ہمدانی یا خدا کے اس نیک بندے کو جس کی یاد میں یہ مورتی بنائی گئی ہے اس واقعہ کا غالباً علم نہیں ہوگا۔ ورنہ وہ کبھی نہیں چاہتے۔ کہ ان کی مورتی بنائی جائے۔



ماخود شاہ ہمدان نمبر شیرازہ سرینگر
عنوان مضمون میر علی ہمدانی اور لداخ

از عبدالغنی شیخ لیہہ

لیہہ کے متعلق مختصر جانکاری

وسطی ایشیاء کے مما لک کے سب سے لمبے تجارتی راستہ کی وجہ سے لیہہ زمانہ قدیم سے مشہور رہا ہے۔ اس قصبہ میں یارقند، آکاسی چن، لنگز یٹانگ، چنگ تھنگ، تبت، ہماچل پردیش، پنجاب، کرگل، اسکردو، گلگت اور سرینگر سے آئے راستے ملتے ہیں۔ اور اسی قصبے میں ان مما لک کے بیوپاری مختلف سامان کا تبادلہ کرتے تھے اس طرح یہ جگہ خرید وفروخت کا مرکز بنی رہی۔

1961ء کی سروے کے مطابق یہ قصبہ 9.17 مربع کلومیٹر پر پھیلا ہوا ہے اور مردم شماری کے مطابق مردوں کی تعداد 1849 اور عورتوں کی تعداد 1871 گنی گئی یعنی کل آبادی 3720 نفوس تھی اس وقت قصبہ میں رہائشی مکانات کی تعداد 872 تھی۔ 1971ء کی مردم شماری کے مطابق مردوں کی تعداد 2865 اور عورتوں کی تعداد 2654 یعنی کل آبادی 5519 نفوس تھی۔ مگر 1981ء میں آبادی کافی بڑھ گئی۔ مردوں کی تعداد 5032 اور عورتوں کی تعداد 3686 گنی گئی یعنی کل آبادی 8718 نفوس تھی۔ 1974ء میں لداخ کو سیاحت کیلئے دوبارہ کھول دیا گیا تو ہوٹل کھلنے لگے۔ اور آٹھویں دھائی میں ہوٹلوں کی تعداد 100 سے تجاوز کر گئی۔ ہر دس سال کے بعد جہاں قصبہ کی رونق بڑھنے لگی وہی آبادی بھی بڑھنے لگی۔ آبادی پھیلنے کی وجہ دیگر علاقوں سے آکر اس جگہ لوگ آباد ہونے لگے۔ آہستہ آہستہ لیہہ شہر کی صورت

اختیار کر گیا۔لداخ کے مختلف علاقوں نیں فوجی چھاؤنیوں کی موجودگی کی وجہ سے لیہہ میں بازاروں اور بینکوں کی طرف رش بڑھ جانا قدرتی تھا۔یہ کہنا بیجا نہ ہوگا کہ پورے ہندوستان میں لیہہ کو چھوٹے درجے کی شہر کی حثیت حاصل نہیں ہے۔مگر فوجی نقل وحمل اور سیاحوں خاص کر غیر ملکی سیاحوں کے رش سے اس جگہ نے بین الاقوامی قصبہ کی صورت اختیار کی۔پورے شہر میں امن و سکون کا ماحول برقرار رہنے کی وجہ یہاں بودھی اور مسلمان کا آپسی بھائی چارہ ہے۔2001ء کی مردم شماری کے مطابق قصبہ لیہہ کی کل آبادی 27513 تھی جس میں 16746 مرد اور 10767 عورتیں تھیں اس آبادی میں 13685 مرد اور 6949 عورتیں یعنی کل آبادی 20634 خواندہ تھی۔

دنیا میں سب سے بلندی پر ہوائی اڈہ لیہہ میں ہی ہے۔اور اسی جگہ گاف کورس کا میدان بھی اس قصبہ میں اگر چہ اکتوبر سے مئی تک مصروفیات مانند پڑ جاتی ہے مگر یہ ایک حقیقت ہے کہ جون سے ستمبر تک یہاں روزانہ کوئی نہ کوئی علاقائی، ریاستی، ملکی اور بین الاقوامی تقریب منعقد ہوا کرتی ہے اور کسی کسی روز بہت ساری تقریبات۔ اس جگہ لداخی تقریبات بڑھے ہی شان و شوکت کے ساتھ منائی جاتی ہے۔ کچھ تقاریب اور تہوار کئی روز چلتے رہتے ہیں۔مثلاً لوسر کا میلہ، سندھو درشن اور لداخی میلہ وغیرہ۔

لیہہ میں راجا سنگھی سنگے نمگیال کا نو منزل قلعہ نما محل خانہ اور جدید طرز کا تعمیر شدہ بدھسٹ شانتی ستوپا جاپانی دیکھنے کے لائق ہے۔وہیں اس قصبہ کے مرکز پر تاریخی جامع مسجد کو بھی وسعت دی گئی ہے۔لیہہ کو ضلعی صدر مقام کی حثیت حاصل ہونے کی وجہ سے یہاں سرکاری دفاتر کی تعداد بڑھ چکی ہے۔اور مرکزی سرکاری کے بھی کچھ دفاتر کھل گئے جہاں لیہہ میں لداخی طرز و

تعمیر کے قدیم مکانات اور گھمپا موجود ہیں۔ وہیں سڑکوں کے کنارے کھڑے مانے اور دو مانے دیوار اس قصبہ کی رونق میں اور اضافہ کرتے ہیں۔ بلند قامت پہاڑوں سے گھرے اس ڈھلوانی قصبہ میں نئ عمارتیں کی تعمیر سڑکوں اور گلی کوچوں کی کشادگی اور مزید بازار بن جانے سے یہ قصبہ خوبصورت لگتا ہے سرکاری مذہبی سماجی سرگرمیاں بڑھنے کی وجہ سے لیہہ میں کافی رش نظر آتا ہے۔



صفحہ 36 سے آگے

☆لداخ کو بیرون ملک کے ساتھ زمینی ٹریفک کے ذریعے جوڑنے والی پہلی سڑک سرینگر سے زوجیلا کے پُر پیچ دشوار گذار چٹانوں کو کاٹ کر نکالی گئی۔ اس کام کو 1950ء میں مکمل کیا گیا۔ 434 کلومیٹر کے سفر میں دو دنوں کا وقت لگتا ہے۔

☆لداخ میں دولت بیگ اُلڈی سطح سمندر سے 17 ہزار فٹ کی بلندی پر واقع ہے۔ دُنیا کا سب سے بلندی پر پہلا ائر فیلڈ اسی جگہ ہے جب کہ دوسری بلندی کا ائر فیلڈ چشول میں ہے جو کہ سطح سمندر سے 13999 فٹ اونچا ہے۔ لیہہ کا ائر پورٹ 10680 فٹ کی بلندی پر واقع ہے۔ یہ سول ائر پورٹ دُنیا میں بلندی کے لحاظ سے اول نمبر پر آتا ہے۔☆☆

25 رمئی 2003ء ماخوذ (بشکریہ لداخ بک آف ریکارڈس)



وادی نیوما

از-رتن کول

وادی نیوما کی ٹھنڈک، اس کی شہرت کو سلام
مدتوں سے پل رہی ہے، ان کی محبت کو سلام
اس کے دامن میں چھپی ہے علم دفن کی چاہتیں
صنعت و حرفت سے پُر ان کی عادت کو سلام

سادگی معصومیت اور شرافت ہے اس کا راز
بنجروں سے گُل کھلانا ان کی محنت سلام
اپنے آغوش میں لئے بیٹھی ہے موجِ سندھ کو
ریت سے سونا اگانا ان کی جرأت کو سلام

آرزوں اور امنگوں سے بھرا ہے ذرہ ذرہ
جان چھڑکتے ہیں جو اس پر ان کی ہمت کو سلام
اس کے سینے میں چھپا ہے سوزِ دلِ جوشِ جنون
تھام کے ہاتھ چل پڑے ان کی شفقت کو سلام

اس کی رگ رگ میں بسی ہے سادگی روح پروری
کانٹوں کی سیج پر ان کی راحت کو سلام
مہمان نوازی خاطر تواضع ان کی تہذیب کی اک مثال
راہ رؤں سے کہتے رہنا ان کی جولے کو سلام

چل رہا ہے کشمیر اور بودھی کا سنگم یہاں محبت سے
شیریں وفریاد کی مثال بنی اس خاموش محبت کو سلام

☆☆☆

بشکریہ ہفت روزہ خبر ونظر سرینگر ستمبر 2003ء

☆ نیوما (لداخ میں 17 ستمبر 2003ء کو اردو ہندی پنجابی اور لداخی زبانوں میں منعقدہ مشاعرے میں پڑھا یا گیا۔

☆☆☆

ماسٹر رتن کول کی پوسٹنگ گورنمنٹ ہائی سکول نیوما میں نومبر 2001ء میں ہوئی بڈگام کشمیر کے پشتنی باشندہ ہیں۔ اور کئی سالوں سے جموں شہر میں رہائش پذیر ہے۔ نیوما میں منعقدہ کئی تقاریب میں بحثیت اناونسر بھی فرائض انجام دئے۔ نومبر 2003ء میں ان کا تبادلہ واپس جموں ہوگیا۔

☆☆☆

لداخ میں اسلامی سرگرمیاں

از۔ مولانا محمد خالد ندوی غازی پوری

لداخ اگرچہ کشمیر کا ایک حصہ ہے لیکن اپنی روایات، ثقافت، بودوباش اور زبان کے اعتبار سے بہت کچھ مختلف ہے، لداخ کا مرکزی شہر لیہہ دنیا کے بلند ترین شہروں میں شمار کیا جاتا ہے یہ شہر سطح سمندر سے تقریباً گیارہ ہزار فٹ کی بلندی پر واقع ہے یہاں کی پہاڑیاں خشک اور برف پوش ہیں بارش کم ہوتی ہے لیکن برف سے ڈھکی پہاڑوں کی چوٹیاں اس کی کمی کو پورا کرتی ہیں جس سال برف باری کم ہوتی ہے اس سال پانی کی قلت ہوتی ہے۔

جغرافیائی اعتبار سے لداخ دو ضلعوں پر مشتمل ہے لیہہ اور کرگل، لیہہ میں بودھوں کی اکثریت ہے جب کہ کرگل میں مسلم آبادی زیادہ ہے مجموعی طور پر مسلم آبادی لداخ میں ۵۲ فیصد ہے اس وقت لیہہ کا مقامی انتظامیہ خودمختار ہے۔ ہل کونسل کا چیف ایکزیکیٹیو داخلی امور کی انجام دہی میں کلیدی رول ادا کرتا ہے اس وقت حکومت کی توجہ لیہہ کی طرف زیادہ ہے ترقیاتی کام زوروں پر ہے ایسا لگتا ہے کہ چند سالوں میں یہ شہر سیاحت کا مرکز بن جائے گا اور سیاح جس طرح ماضی میں کشمیر کی وادیوں میں ڈل جھیل کے آبی نظاروں، جھیل ولر کے حسین مناظر، وادی لولاب کی دل آویزیوں، گلمرگ کے ابلتے چشموں اور شالیمار گارڈن کے حُسن پری محل اور دیگر مناظر میں کھو جاتے تھے۔

لداخ کا علاقہ اپنی فطری دلکشی اور انسانی سلیقہ مندی اور حسن ترتیب، امن و امان کے نتیجے میں قوس قزح کا سماں پیش کرنے لگے گا۔

لیہہ شہر خوبصورت اور صاف ستھرا ہے پہاڑی کے ڈھلان پر بستا چلا گیا۔ اس کے سرے پر وہاں کے راجہ کا قدیم محل موجود ہے۔ مغلیہ عہد میں یہ ایک باجگزار ریاست تھی لیکن اس کے بہت پہلے اسلام اور داعی اسلام کی آمد نے اس کی فضا کو توحید آشنا بنا دیا تھا۔ لیہہ کی جامع مسجد تقریباً چار سو سال پہلے مہاراجہ کے محل کے روبرو مرکزی مقام پر بنائی گئی تھی۔ آج لیہہ کے پر رونق بازار کا وہ مرکزی حصہ ہے۔

لداخ کے لوگ صلح جو، نرم خو اور مرنجاں مرنج طبیعت کے ہوتے ہیں کشمیر سے قربت اور پاکستان کی سرحد پر واقع ہونے کے باوجود یہاں پر امن وامان مثالی ہے تین روزہ قیام کے دوران نہ کہیں سے گولی چلنے کی آواز اور نہ ہی کسی انسانی اور غیر انسانی حادثہ کی خبر ملی اس وقت وہاں سردی کی آمد ہے اکتوبر کے اواخر تک کڑاکے کی سردی کی وجہ سے یہاں کی ساری رونقیں موقوف ہوجاتی ہیں سیاحوں کی آمد نہ ہونے سے بازار، ہوٹل اور دیگر کاروباری سرگرمیاں متاثر ہوتی ہیں۔

پہلی دفعہ انجمن الاسلام کی دعوت پر لداخ جانا ہوا لیہہ جانے والا ہر اجنبی شخص ہوا کے دباؤ کی کمی سے کچھ نہ کچھ ضرور متاثر ہوتا ہے اس لئے فوجیوں کو بھی وہاں آنے پر چوبیس یا اڑتالیس گھنٹے آرام کیلئے مقامی اسپتال یا فوجی بارکوں میں رکھا جاتا ہے۔ میرے میزبانوں نے بھی پہلے سے اس کا انتظام کر رکھا تھا۔ سنگی پیلس ہوٹل میں قیام کا نظام کچھ اس طرح تھا۔ چوبیس گھنٹے آرام کے بعد وہاں کے پروگرام شروع ہوئے ہوا کے دباؤ کی کمی کی

وجہ سے تنفس میں دشواری ہوئی تو آکسیجن کا نظم بھی قیام گاہ ہی پر کر دیا گیا صبح و شام آکسیجن لینے کی ضرورت پڑتی تھی۔

انجمن معین الاسلام لیہہ کے مسلمانوں کی نمائندہ تنظیم ہے اس کے موجودہ صدر جناب محمد شفیع ایڈوکیٹ بڑے سرگرم فعال اور اسلام پسند نوجوان ہیں۔ اس کے رفقاء اسلامی حمیت وغیرت رکھنے والے اور دل و جان سے اس تنظیم کی انجمن آرائی کرنے والے مخلص معمار ہیں حقیقت میں یہ تنظیم وہاں کی مسلم آبادی کی دینی، علمی، فکری رہنمائی کے ساتھ ان کی سیاسی ثقافتی ضرورتوں کو بھی پورا کرتی ہے اس تنظیم کو یہ بھی امتیاز حاصل ہے کہ اس پورے شہر اور مضافات کے مسلمانوں کی زکوٰۃ کی رقوم یکجائی طور پر جمع کر کے بیوگان، یتیموں کی سرپرستی نیز منظّم طور پر اعلیٰ تعلیم کیلئے مسلم طلباء کیلئے اسکالر شپ کا نظم بھی کرتی ہے تقریباً اس چھوٹے اس علاقہ سے دس لاکھ روپے یہ تنظیم جمع کر لیتی ہے عوام وخواص کا اس انجمن پر بڑا اعتماد ہے اس وقت ضلع لیہہ میں کئی پرائیویٹ ادارے مسلمانوں کے قائم کردہ تعلیمی خدمات انجام دے رہے ہیں اس میں اسلامیہ پبلک انگلش میڈیم اسکول ممتاز ادارہ ہے جہاں دینیات کے ساتھ مسلم بچے اور بچیوں کی تعلیم کا نظم ہے اس کی عمارت سلیقہ سے بنی ہوئی ہے سامنے وسیع لان اور میدان ہے طلباء سے ملاقات ہوئی خطاب بھی ہوا اور ان کی تربیت کی بعض جھلکیاں قلب و دماغ کو متاثر کئے بغیر نہ رہیں اس ادارہ کی شاخ بھی مضافات میں ہے۔

جمعہ کے دن لیہہ کے مضافات میں ایک تاریخی مسجد شئے کو دیکھنے کا اتفاق ہوا اس مسجد سے مسلمانوں کو بڑی عقیدت ہے مشہور ہے کہ حضرت سید میر علی ہمدانیؒ نے اس علاقہ میں آمد کے موقع پر اس کی تعمیر کی تھی۔ یہ مسجد قدیم

طرز تعمیر پر بنی ہوئی ہے مضبوط اور خوبصورت لکڑیوں کا استعمال اس کی تعمیر میں بکثرت ہوا ہے، وہاں کے لوگوں سے ملاقات ہوئی مسجد کے متولی صاحب نے وہاں کی مقامی روایت کے مطابق سفید چمکتا ہوا رومال گلے میں ڈالتے ہوئے استقبال کیا لداخ میں یہ طرز معروف ہے مہمانوں کی پذیرائی استقبال یا الوداع کے موقع پر یہ رومال سفید گلاب کے ہاروں کی جگہ استعمال کیا جاتا ہے لہذا جہاں جہاں بھی جانا ہوا اسی طرح استقبال کیا گیا۔

یہاں سے کچھ فاصلے پر ٹھکسے نامی بستی ہے لیہہ کے بعد سب سے بڑی آبادی مسلمانوں کی یہیں پر ہے شعیہ سنی مسلمانوں کے پیشوا دینی رہنماؤں کا عام طور پر اسی بستی سے تعلق ہے ہمارے دوست اور اس سفر کے محرک جناب مولانا محمد عمر صاحب ندوی بھی یہیں کے رہنے والے ہیں آج وہ لیہہ جامع مسجد کے خطیب و امام اور وہاں کی تمام دینی سرگرمیوں کے روح رواں ہیں ٹھکسے میں مدرسہ علوم القران قائم ہے جس میں درجہ حفظ کی تعلیم ہوتی ہے یہ ادارہ اس حثیت سے اہمیت کا حامل ہے اس علاقہ میں اس کے علاوہ خالص دینی مدرسہ کوئی نہیں ہے لیکن ابھی تک یہ ادارہ اپنی افادیت کو عام نہیں کرسکا ہے لوگوں کا عام رجحان دینی نہ ہونے کی وجہ سے ذمہ داروں کو یہ شکایت ہے کہ طلباء نہیں ملتے جو طلباء ہے وہ اچھے سلیقہ مند ہیں قران پاک اچھی طرح پڑھتے ہیں مدرسہ علوم القران میں قران پاک کی ضرورت پر مختصر تقریر ہوئی جمعہ کی نماز لیہہ جامع مسجد میں ادا کی گئی پورے شہر کا جمع ایک ہی جگہ جامع مسجد میں ہوتا ہے اس دن عصر کے بعد نوجوانوں سے بھی اس مسجد میں خطاب ہوا۔

دوسرے دن مورخہ ۲۰ ستمبر ۲۰۰۳ کو ''امن عالم کے قیام میں مذاہب کا کردار'' کے موضوع پر سمینار تھا دریائے سندھ کے کنارے ایک مسلم

ہوٹل کے خوبصورت ہال میں یہ سمینار ہوالیہہ کے بہت سے بودھ لاما، چیف ایگزیکیٹیو، معاشی وٹکنالوجی کے وزیر کے علاوہ کرسچن پادری، شعیوں کے مجتہدین، اسکالر، یوتھ فیڈریشن کے ارکان، مسلم اور غیر مسلم انٹلکچول طبقے کے افراد بڑی تعداد میں شریک ہوئے انجمن معین الاسلام کے صدر جناب محمد شفیع صاحب اور جامع مسجد کے امام وخطیب جناب مولانا محمد عمر صاحب ندوی اور ان کے رفقاء نیز معین الاسلام کے کارکنان کی کوششوں کے نتیجہ میں بفضل ایزدی پروگرام بہت کامیاب ہوا راقم الحروف کی حثیت مہمان خصوصی کی تھی دوسری نشت دوپہر کے کھانے کے بعد شروع ہوئی قدوی کے خطاب کے ساتھ دوسری نشست کا آغاز ہوا امن کی ضرورت اور امن کے قیام میں اسلام کے رول پر قدوی نے روشنی ڈالی اور خاص طور حضرت مولانا ابوالحسن علی ندویؒ ان کی تحریک پیام انسانیت کا تذکرہ اس موقع پر کیا گیا حضرت مولاناؒ کی تقریریوں اور مقالات پر مشتمل کتابچوں کو اس موقع پر حاضرین وسامعین تک پہونچانے کی بھی کوشش کی گئی یہ سمینار صبح گیارہ بجے سے شام چھ بجے تک جاری رہا اور سامعین بڑے انہاک وشغف کے ساتھ شریک رہے، عام طور پر کہا جاتا ہے کہ مسلمانوں میں شرح خواندگی کم ہے لیکن یہاں کے مسلمان اس میدان میں بہت آگے ہیں یہاں مسلمانوں میں شرح خواندگی سو فیصد ہے کئی نوجوان آئی اے ایس اور آئی پی ایس کے امتحانوں میں شریک ہوکر کامیاب ہو چکے ہیں ڈاکٹرس۔انجینئرس کی کھیپ ملک کے دیگر اداروں میں پڑھ کر تیار ہورہی ہے۔

لیہہ کے مسلمانوں کو دیکھ کر بڑی مسرت ہوئی ان کی منظم زندگی مثالی ہے البتہ ایک چیز جو کھٹکتی ہے وہ سیاحتی پٹی ہونے کی وجہ سے مسلم نوجوانوں کے عادات واخلاق کے متاثر ہونے کا خدشہ ہے اور اثرات ظاہر ہونے لگے

ہیں لہذا توجہ اور اہتمام کی ضرورت ہے انجمن معین الاسلام کے زمہ داروں پر اس صورتحال کے بدلنے کی پوری زمہ داری ہے۔

لیہہ کے قیام کے دوران وادی نوبرا کے ترتوک علاقے کے علماء کے وفد سے بھی ملاقات ہوئی یہ وادی سرحد کے قریب ہونے کی وجہ سے آئے دن ہندو پاک کی سیاسی آویزشوں کا شکار رہتی ہے اٹھارہ ہزار فٹ کی بلندی سے گذر کر پیالہ نما وادی میں قدم رکھا جا سکتا ہے یہ وادی سرسبز و شاداب ہے طرح طرح کے میوؤں کیلئے مشہور ہے عمدہ سیب بھی علاقہ میں پایا جاتا ہے لیہہ کا یہ زرخیز خطہ ہے یہاں کی علماء دارالعلوم ندوۃ العلماء سے خصوصی عقیدت رکھتے ہیں یہاں کی بچیاں لکھنو اور رائے بریلی کے مدرسۃ البنات میں زیر تعلیم ہیں اور کئی لداخی بچے ندوۃ العلماء اور اس کی شاخوں پر خود پڑھ رہے ہیں۔ مولوی محمد عمر صاحب ندوہ کے تعلیم یافتہ ہیں اور اپنے حلقہ میں با اثر اور ان سے فائدہ پہنچ رہا ہے ترتوک کے لوگوں کا اصرار تھا کہ دارالعلوم ندوۃ العلماء میں ان کا کوٹہ مقرر کر دیا جائے تا کہ یہاں کے بچے بڑی تعداد میں ندوہ سے استفادہ کر سکیں۔ حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندویؒ کے شیدائیوں کا یہ علاقہ ہے اس شہر میں حضرت کے کئی ایک دست گرفتہ ہیں جنہیں حضرت مولاناؒ کی ذات والا صفات سے والہانہ عقیدت ہے جناب مولانا محمد عمر صاحب ندوی اور بھائی عبدالرشید صاحب اور سنگی پیلس کے مالک جناب محمد دائم صاحب نے خدمت کا حق ادا کر دیا۔ اللہ تعالیٰ ان تمام حضرات کو جزائے خیر سے نوازے اور اس خطہ کو اسلام کی آبیاری کے لیے قبول فرمائے۔) آمین)۔



بشکریہ تعمیر حیات، لکھنو، دسمبر 2003ء

شئے لداخ کی مسجد کے دروازے پر لکھا کتبہ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

مسجد شریف کی مختصر تاریخ

لداخ کی یہ قدیم ترین مسجد چھ سو سال پرانی ہے۔ حضرت امیر کبیر نے سینچانگ (چینی ترکستان) تشریف لے جاتے ہوئے 1379ء اور 1384ء کے درمیانی سالوں میں یہاں تعمیر کی۔ اس وقت بادشاہ رینچن شرب لداخ کا حکمران تھا اور شئے راجدھانی۔ دوسری روایت حضرت سید قطب شاہ لیہہ میں ٹھہرے۔ اس مسجد کی تعمیر ہوئی جب یہ شئے سیلابوں کی زد میں آتا تھا۔ بادشاہ پریشان تھا۔ وہ اسکی خدمت میں حاضر ہوکر اسے شئے آنے کی درخواست دی۔ عوام کے پریشانی کے پیش نظر آئے اور اس جگہ اللہ کی عبادت کی۔ اپنی انگلی سے دریا کو اشارہ کیا۔ دریا نے بہاؤ کو تبدیل کیا۔ تب سے کبھی بھی دریائے سندھ نے شئے کو سیلاب میں نہیں لیا۔ تب بادشاہ نے یہ زمین کا ٹکڑا اسے نذر کیا تب سے اس جگہ لوگ عبادت کو آتے ہیں۔ لیہہ منتقل ہونے سے شئے کو جو گرمائی راجدھانی کی حثیت ہوئی۔ ایس ایس گرگن کے مطابق مسلم خاتون ملکہ ذی ذی خاتون، بیگم ونگمو اور زہرہ خاتون اس مسجد میں نماز ادا کرتی تھیں۔

یہاں کی آب و ہوا ٹھنڈی ہے یہاں دل کی مراد پوری ہوتی ہے

اب اس مسجد کے صحن پاک و گردونواح سبزہ زاری اور پارکیں ہیں۔ جہاں اکثر گرمیوں میں لوگ آتے ہیں یہ جگہ لیہہ سے ۱۴ کلومیٹر دور شئے محل جو کہ پہاڑی پر واقع ہے کے دامن میں یہ مسجد ہے یہ سڑک ۳۲ کلومیٹر آگے اپشی سے ایک طرف منالی اور دوسری طرف نیوما اور دچوک جاتی ہے۔

(جولائی 2003ء)

مختصر تذکرہ:

کشمیری علماء کا دورۂ لداخ

۲۳/اگست ۲۰۰۳ء کی بعد دوپہر بانڈی پورہ کشمیر سے مولوی فیاض اور پھر محترم نثار حسین خان کا فون آیا کہ لیہہ میں اگلے روز صبح اسلامی پروگرام ہو رہا ہے اور کچھ علماء کشمیر سے آ رہے ہیں اور حضرت مولانا رحمت اللہ صاحب جو کئی روز سے دہلی میں ہیں کل سویرے بذریعہ ہوائی جہاز سیدھے لیہہ تشریف آور ہو رہے ہیں۔

شام کو لیہہ سے بھی فون آیا۔ چونکہ میں تمام مصروفیات کو چھوڑ کر لیہہ جانے کے لیے تڑپنے لگا مگر اس دور اُفتاد علاقے سے کسی بھی گاڑی کا بندوبست نہ ہوسکا۔ اگلی صبح یعنی اتوار کو انلے سے صبح گیارہ بجے سرکاری بس نیوما وادی پہنچی اور میں اسی میں سوار ہوا۔ شام کے وقت یہ بس لیہہ پہنچی میں بس اڈے سے سیدھے جامع مسجد لیہہ پہنچا۔ نماز مغرب اختتام پزیر ہوئی تھی، راقم نہا دھو کے نماز مغرب ادا کرنے کے بعد جامع مسجد کے اندر داخل ہوا۔ اسی دوران حضرت مولانا محمد رحمت اللہ صاحب کا خطاب شروع ہو چکا تھا۔ اُن کے خطاب کی ریکارڈنگ کرنے میں کامیاب ہوا۔ خانقاہ کھچا کچھ بھرا ہوا تھا۔ دن کو منعقدہ اسلامی پروگرام اور مولانا رحمت اللہ صاحب اور دیگر علماء کرام بشمول امیر تبلیغی جماعت صوبۂ کشمیر مولانا پرویز کے خطاب اور مصروفیات کے

متعلق میری کوئی علمیت نہ رہی۔ اسی طرح میں صرف شام سے اگلے صبح تک کی ہی رپورٹنگ کرسکا۔ دن بھر سے نہ صرف لیہہ قصبہ کے آس پاس کے دیہات سے مسلمان بلکہ نوبرہ کرگل اور دراس سے بھی مسلمان شوق سے آئے تھے۔ راقم نے امام وخطیب جامع مسجد لیہہ مولانا محمد عمر ندوی صاحب اور دیگر منتظمین کو کافی خوش وخرم پایا۔ مولانا پرویز اور رحمت اللہ صاحب کے پہلے دورۂ لداخ کو وہ خوش قسمتی سے تعبیر کر رہے تھے۔ حضرت مولانا محمد رحمت اللہ صاحب کا خطاب پہلے ہی شروع ہو چکا تھا وہ فرما رہے تھے کہ ''انسان مٹی سے پیدا ہوا اور جنّات آگ سے اور فرشتے نور سے پیدا ہوئے۔ فرشتے معصوم ہیں۔ خون کا جما لوتھڑا انسان ہے۔ فرشتہ چالیس دن کے بعد عرض کرتا ہے اس کا کیا کرنا ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ پیارے فرشتے اس کی چالیس دن اور نگاہ رکھنا گویا کہ اس طرح چالیس چالیس سے تین کورس مکمل ہوتے ہیں۔ پھر حسین وجمیل صورت کا روح ڈالنے کا انتظام کیا جاتا ہے۔ کتنے عرصہ رہیگا دنیا میں اتنا رزق، پانی لوحِ محفوظ سے نقل کیا جاتا ہے اور فائل فرشتہ الگ کرتا ہے انسان اعضاء بنوائے جاتے ہیں۔ دماغ کی بناوٹ یہ اللہ پاک نے اپنی نگرانی میں دل اور دیگر اعضاء بنانے ماں کے پیٹ میں اور پھر دنیا میں بھیجنے کا بندوبست کیا۔ اگر ایک آدمی کو پیدا ہونے کے وقت پانی کا راشن مرتے وقت تک جتنا ضرورت ہو اور وضو، غسل، کھانے، پکانے، کپڑے دھونے، کھیتوں کو سینچنے اور مکان کی ضرورت اور وضو کے لیے پانی اسی وقت جمع کرلو تو اللہ کیسے زندگی کے لیے پیدا ہوتے وقت یہ جمع کرلے تم تو ایسے فقیر ہو کہ تمہارے پاس جگہ نہیں (وما انتم لہ بخازمین) ہمارے پاس ہر چیز کے خزانے ہیں ہم تو مقدار معلوم کر کے نازل کرتے ہیں تمہارے پاس اس کو جمع رکھنے کی جگہ نہیں

ہے۔ اب تو برف ہی لے لو اونچے پہاڑوں پر برف سال بھر جمع کر رکھا ہے ہم پہاڑوں پر نہیں رکھتے تمہیں ہی سال بھر کا حوالہ کرتے ہیں۔ ایمانداری کی بات ہے کہ سال بھر کا برف اگر ہمارے گھر میں جمع رہے پاک نہ رہتا، ہماری گندگیوں سے یہ بھی ناپاک ہو جاتا۔ اسے پہاڑوں پر جمع کر رکھا ہے کہ جانور پر نہیں مار سکتے ہیں۔ جلالین شریف میں لکھا ہے جب بارش آسمان سے نازل ہوتی ہے بارش کے قطروں کو کون گن سکتا ہے تو رسول پاک ﷺ نے فرمایا کہ ہر قطرے کے ساتھ ایک فرشتہ نازل ہوتا ہے اور اُس کی ذمہ داری یہ ہوتی ہے کہ وہ اس قطرے کو اس کام کے لیے لائے جس کے لیے وہ نازل ہوا۔ پہاڑی چوٹی کا وہ قطرہ اُترا کیوں کہ اس کو لیہہ میں کسی کی پیٹ میں جانا ہے یہ فرشتہ اس کو نہ چٹان میں گھسنے دے گا اور نہ زمین میں جگہ دے گا بلکہ اس کو کھینچتے کھینچتے اُس پائپ تک لے جائیگا جو اس علاقے میں جا رہا ہو اور وہاں تمام پر نالوں سے بچا کر اُس گھر تک پہنچائے گا اور وہ گھر والے بھی اس قسم کے پانی کو استعمال کریں گے جو اس قطرے کی حفاظت کرتا رہیگا اور جہاں کا وہ فرد بھی گھر میں آجائے اور اس کو پیاس لگ جائے پھر وہ پانی طلب کریں پھر وہ فرشتہ اس پانی کو گلاس میں دھکیل لے یہاں تک کہ وہ بچہ پانی لیکر اپنے والد کے پاس لیکر آیا تو چھلک کر گرنے سے بھی حفاظت کر کے اللہ کر کے بسم اللہ کہہ کر اس پانی کو پینا اب فرشتے کی ذمہ داری ختم ہوئی اور یہ پانی آگے کی کارروائی میں اب اللہ کے حکم کا محتاج ہے کہ اللہ کی طرف رجوع کر رہا ہے کہ اس کے پیٹ کے اندر پیاس لگی ہوئی ہے تو یہ اندر جا کر آگ بجا کر کام کرتا ہے یا کوئی اور کام کرتا ہے۔ اگر حکم ہوتا ہے کہ پیاس بجا دو تو یہ پانی کا گلاس پی کر الحمد اللہ پڑھ لیتا ہے اور اگر حکم ہوتا ہے کہ تیرا کام پیاس بجھانا نہیں ہے اندر کوئی دوسرا کام

تیرے ذمہ ہے تو یہ گلاس پی کر دوسرے گلاس کا تقاضا کرتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کا یہ غیبی نظام انسان کے لیے کچھ تو وہ جو ہماری سمجھ میں آتا ہے اور قرآن میں جگہ جگہ اللہ تعالیٰ نے لفظ رب کا استعمال کیا ہے۔ رب کا ترجمہ ہے کہ جب جب جس چیز کی ضرورت پڑے اس وقت اس چیز کا انتظام کرنا۔ بچہ آدمی کے پاس ہے وہ اس کے لیے دکان پر کپڑے خریدنے گیا۔ عالیشان کپڑا خریدتا ہے اس وقت شفقت سے بھرا دل۔ گھر میں پہنچا کہ دیکھا بچہ دوسرے لڑکے سے جھگڑ رہا ہے کہ گالی اس کے منہ سے نکل گئی ایک دم والد کی شفقت جو اس نے دکان پر عالیشان کپڑا خریدتے وقت محسوس کی تھی قرضہ کپڑا خرید کر لیا اس وقت بیٹے کی زبان سے گالی سننے کے وقت وہ شفقت رخصت ہوگئی اور ایک دم جلال اندر آگیا اور بچے کی طرف سخت نگاہوں سے غور کر کے کہا میرا بیٹا ہو کر کیسے تیری زبان سے یہ غلط بات نکل گئی اور کبھی جلال میں آکر ہاتھ بھی اُٹھ جاتا ہے۔ اس کو تھپڑ مارنے کے لیے یہ اس وقت شفقت کا غالب ہونا اور اس وقت اس تربیت کے لیے جلال کا غالب ہونا یہ اللہ کے رب ہونے کی شرط ہے۔

...... آدمی چونکہ اپنے اللہ کو پہچانتا نہیں ہے اس لیے اللہ پاک نے نظام قائم کر دیا کہ اللہ پاک نے اس بندے کو یاد دلانے والے بھیجے کہ میرے بندے تو دنیا میں خود نہیں آیا۔ یہ تیرے انتظامات تم نے خود نہیں کئے۔ یہ جو روزِ مرہ تیرے ساتھ شفقتیں ہو رہی ہیں یہ تیرے کس محنت کا نتیجہ نہیں اور جو کچھ تیرے ساتھ نفع و نقصان کے سلوک دنیا میں ہو رہے ہیں۔ اس میں تیرے اپنے انتظام کا دخل نہیں۔ یہ جو تیرے لیے رزق بھیجا جا رہا ہے اس میں تیرا کیا حصہ۔ اللہ اکبر۔ قرآن پاک نے کھیتی باڑی کرنے والوں کے بارے میں یہ جملہ دہرایا ہے (ثم شققنا الارض شقاً)۔

زمین کا خاص طریقے سے پھاڑنا کبھی کبھی آدمی زمین میں بیج ڈالتا ہے اس بیج میں تھوڑی طاقت ہوتا ہے لیکن جب وہ اُگ آتا ہے وہ بہت ہی باریک بہت ہی نازک بہت ہی ہلکی ہوتی ہے کہ اگر اس سے پوری ٹچ (Touch) کر جائے تو ختم ہو جاتی ہیں۔ جب وہ کونپل بیج سے نکلتی ہے بہت ہی نازک بہت ہی باریک۔ کھیت والے نے بیج کے اوپر موٹے ڈھیر کی مٹی رکھ دی ہوتی ہیں اور نیچے کی کونپل اس وزن سے کمزور اور وہ رجوع کرتی ہیں اللہ کی طرف کہ اے اللہ اس زمین کے اوپر آنا چاہتی ہوں میرے اوپر جو مٹی کا ڈھیرہ ہے بہت وزنی ہے میرے اندر کہاں طاقت کہ اوپر آجاؤں۔ اللہ کا حکم آتا ہے کہ ہمت کر مجھے تجھ سے فصل پیدا کرنی ہے اوپر آ۔ تو نازک کونپل موٹے ڈھیر کے مٹی کو چیر دیتی ہے۔ اس کو قرآن نے تعبیر کیا ہے کہ ہم زمین کو پھاڑ دیتے ہیں ایک خاص طریقے کا پھاڑ دینا۔ ایک جگہ قرآن پاک نے کہا تم کو لگتا ہے کہ کھیتی ہم کرتے ہیں اگر بتاؤ کہ دیانت داری سے کہ تم کھتی کرتے ہو یا اللہ، تمہیں رزق پیدا کر دیتا ہے۔ اس دنیا میں اس بات کو سمجھانے کے لیے اللہ تعالیٰ نے وقتاً فوقتاً اپنے نمائندے بھیجے۔ جن کو ہم پیغمبر سے تعبیر کرتے ہیں۔ حضرت آدم علیہ السلام سے لیکر ان کا سلسلہ شروع ہوا اور حضرت نبی اکرم ﷺ پر یہ سلسلہ مکمل ہوا جو ہر ہر وقت میں امت کو یہ یاد دلاتے ہیں کہ دنیا میں رہ کر تم اپنے مولا کو مت بھولنا۔ تمہارا کوئی بنانے والا ہے، تمہاری زندگی کسی کی مرہونِ منت ہے۔ تمہاری غذائیں تم تک پہنچانے کا کسی کا بہت بڑا نظام ہے۔ جو تمہاری نظروں میں نہیں آتا ہے اور ساتھ ہی ساتھ اللہ پاک نے کہہ دیا کہ اللہ کی مہربانی ہے کہ ان لوگوں کی بات ان ہی کی سمجھ میں آتی ہے جن کے دل کو اللہ تعالیٰ ہی کھول دیتا ہے۔

قرآن پاک نے کہا اللہ ارادہ کرتا ہے کسی کی ہدایت کا تو اس دل کو کھول دیتے ہیں اس کا دل کھل جاتا ہے وہ اللہ کی بات کو قبول کرتا ہے اللہ کے بھیجے ہوئے پیغمبروں کی بات کو سمجھتا ہے۔ داعی کی بات اس کے ذہن میں آتی ہے اور دل میں جگہ پکڑتی ہے اور وہ تسلیم کرتا ہے کہ میرا بنانے والا اللہ ہے میرا رزق دینے والا اللہ ہے مجھے آگے چلانے والا اللہ ہے۔ میری ہدایت کا مالک اللہ ہے۔

یہ واقعہ جب حضرت نبی اکرم ﷺ نے یہ آیت پڑھ کر صحابہ سے فرمایا کہ جب یہ ایمان کا نور کسی دل میں داخل ہوتا ہے تو یہ پھول جاتا ہے جیسے کبھی گیہوں کی طرح جب گیہوں اور چاول پانی میں ڈالتے ہیں تو وہ پھول جاتا ہے۔

حضرت نبی اکرم ﷺ نے اسی کو فرمایا کہ نورِ ہدایت اور ایمان جب دل میں داخل ہوتا ہے تو وہ پھول جاتا ہے جب پھولے گا تب اس کے اندر سے کونپلیں نکلیں گی وہی آگے تنا بڑے گا وہی آگے نکلے گا تو اس کی ٹہنیاں بڑیں گی اس کے پتے نکلیں گے اس کے پھل نکلیں گے۔

قرآن پاک نے ایمان کو بھی درخت سے تشبیہ دی ہے کلمہ طیبہ کی مثال ایسی ہے جیسے شجرہ طیبہ کی مثال۔

اس کو حضور ﷺ نے فرمایا نور ایمان جب دل میں داخل ہوتا ہے تو وہ پھول جاتا ہے تو ایک صحابیؓ نے عرض کی اے اللہ کے رسول ﷺ ہمیں نظر تو نہیں آتا کیا کوئی نشانی بھی اس کی ہے جس سے ہم کو پتہ چلے۔

حضور ﷺ نے اس کی تین علامتیں بیان فرمائیں۔ اول یہ کہ دھوکہ والی جگہ یعنی دنیا سے نفرت ہونے لگے۔ دوسرے یہ کہ ہمیشہ رہنے والی جگہ یعنی آخرت کی طرف انابت اور رجوع ہو۔ موت کے آنے سے پہلے موت کی تیاری کی فکر ہو۔ اگر یہ تین علامتیں پائی جا رہی ہیں تو وہ پھل پھول رہا ہے۔

مولانا رحمت اللہ صاحب کے خطاب کے بعد تبلیغی جماعت کے امیر مولانا پرویز صاحب کا مختصر خطاب ہوا۔

خانقاہ میں موجود علماء نے تبلیغی جماعت کے پروگرام کی وضاحت کی اس قعہ پر موجود لداخ کے مختلف حصوں سے آئے ہوئے کچھ اصحاب نے دس یوم چالیس یوم اور چار ماہ جماعت کے ساتھ جانے کا نام لکھوا دیا۔

لیہہ کے ایک آسودہ گھرانے میں مہمانوں کو طعام کا بندوبست کیا گیا تھا کچھ علماء واصحاب جامع مسجد کے ہی احاطے میں آرام فرما گئے۔

اگلے روز پچیس اگست ۲۰۰۳ء بروز پیروار تبلیغی جماعت کے قافلے مقررہ جگہوں پر روانہ ہوئے۔ ناشتے کے بعد جامع مسجد کے سامنے برلب سڑک ایک جم غفیر تھا اور لداخ کے مسلمان مولانا محمد رحمت اللہ صاحب اور مولانا پرویز صاحب و دیگر کشمیری علماء کے ساتھ مصافحہ کرتے رہے اور کشمیری علماء کا یہ قافلہ کئی سوموگاڑیوں میں کرگل روانہ ہوا۔ جو ۲۶ راگست ۲۰۰۳ء کو کشمیر واپس پہنچے۔

اس روز جہاں میرا کئی لداخی مسلمانوں کے ساتھ تعارف ہوا وہی کچھ ایسے کشمیریوں کے ساتھ بھی جو لیہہ میں بسلسلہ کاروبار و ملازمت لیہہ میں قیام پذیر ہیں۔ دن بھر اپنے ضلع دفتر میں سرکاری کام نپٹانا اور اگلی صبح لیہہ سے کویول جانے والی سرکاری بس میں روانہ ہوا اور نیوما کی وادی میں بعد دوپہر پہنچا۔

حمید اللہ حمید



گونگیام (لداخ)
کو ایک سیاحتی جگہ بنانے کا موقعہ

لداخ خطے میں بیشتر ایسی جگہیں ہیں جو کافی اونچائی پر دروں کوہساروں کے بیچ واقع ہیں اگر چہ یہ جگہیں لیہہ سے کافی دور سنسان دکھائی دیتی ہیں مگر ان کے نزدیک جا کر انسانوں کی کشش بڑھ جاتی ہے۔ ان میں ایک ایسی جگہ کونگیام ہے۔ لیہہ سے نیوما دچوک جانے والی سڑک جو سخت چٹانوں، گھاٹیوں اور چوٹیوں کو کاٹ کر بل کھاتی ہوئی گذرتی ہے۔ دریائے سندھ کے کنارے ننگے پہاڑ اور وہ بھی مختلف رنگوں کے ایک ایسا علاقہ نظر آتا ہے جہاں چمکیلے ذرات، ریت پتھر کے ٹکڑے اور کوہسار نظر آتے ہیں۔ یہ علاقہ کونگیام کے آس پاس آتا ہے۔ لیہہ سے ایک سو کلومیٹر دور اس جنرلی سڑک سے مشرقی جانب پہاڑی سلسلے کے درمیان سے جو سڑک نکلی ہے وہ سات کلومیٹر کا گاؤں کونگیام ہے۔ کونگیام نیوما بلاک کا اہم اور حساس گاؤں مانا جاتا ہے۔ 30 کلومیٹر دور گلیشر کے وسائل سے نکلنے والی شکتوتم ندی اسی سڑک کے ساتھ ساتھ گذر کر آگے دریائے سندھ میں جا ملتی ہے۔ جہاں یہ

ندی کا نگیام کے گرم اور مٹر کے ڈھلوانی صحرائی کھیتوں کو سیراب کر کے ان کو لہلہانے میں اہم کردار نبھاتی ہے وہیں یہ ندی چمکیلی چٹانوں اور پتھروں کے بیچ سے گذر کر یہاں کی خوبصورتی میں اور نکھار لاتی ہے۔ اس گاؤں میں قدیم زمانے سے چلی آرہی وہی پرانی لداخی سادگی اور طرز نظر زندگی کے آثار ملتے ہیں۔ کہیں مرد عورتیں کھیتوں میں کام کرتے ہیں اور کہیں دور چوٹیوں پر گڈریے بھیڑ بکری چراتے ہوئے گاتے ناچتے ہیں۔ اس تنگ درے کے بیچوں بیچ گاؤں بسا ہوا ہے اور آسمان سے باتیں کرتی ہوئی چوٹیاں کونگیام سے چشول کا ایک دن کا پیدل راستہ ہے اور یہی چشول کا ٹریکنگ روٹ ہے۔ ابرق کی چٹانوں والا یہ گاؤں پر کشش اور دلکشی کے علاوہ ایک صحت افزاء مقام لگتا ہے۔ یہاں ٹورسٹ بنگلے کی ضرورت ہے۔ اگر چہ نیوما بلاک کا بیشتر حصہ سیاحوں کے داخلے کیلئے ممنوعہ ہے مگر کونگیام تو ایسی جگہ نہیں چماتھنگ گرم چشمے اور چھموریری جھیل جانے جانے والے غیر ملکی سیاحوں کا راستہ یہی جرنیلی سڑک ہے۔ ادھر بھی ایک گرم چشمہ ہے۔ چار حصوں میں بٹا ہوا کونگیام گاؤں بھی ایک سیاحتی جگہ بن سکتا ہے۔ 54 گھرانوں پر مشتمل آبادی 300 نفوس ہے۔ جن کی بیشتر آمدنی کا انحصار بھیڑ بکری پالنا ہے۔ گاؤں اب ترقی کی طرف بڑھ رہا ہے۔ یہ گاؤں اگر چہ 1993ء تک کافی پیچھے تھا شری تاشی درجے تاہم گاؤں کی ترقی و بہبودی کیلئے انتھک کوششوں میں لگے رہے۔ آپ بڑے کافی دیانتدار، مخلص، ہوشیار اور خوش اخلاق والے درجے صاحب پہلے گاؤں کے نمبردار تھے اور پھر یوتھ ویلفیر سوسائیٹی کے پریذیڈنٹ منتخب ہوئے۔ 2001ء کے پنچایتی الیکشن میں کونگیام کے چیئر مین الیکٹ ہوئے۔ گاؤں میں ترقی و بہبودی کے جو کام نظر آتے ہیں اس میں ان کا بڑا حصہ ہے۔

یہ گاؤں تعلیمی لحاظ سے اب آگے بڑھنے لگا ہے۔ مڈل سکول میڈیکل ایڈ سنٹر اور سلائی بنائی کا سنٹر بھی یہاں قائم ہیں۔ گاؤں کے کمیونٹی ہال میں رنگین ٹی وی اور جنریٹر کو نصب کیا گیا ہے۔ حال ہی میں یہاں بودھی مذہبی تقریب کا انعقاد ہوا اور دور دور جگہوں سے ادھر لوگ آئے۔ یہاں کبھی کبھی چھوٹے سماجی اور کلچرل پروگرام بھی منعقد ہوتے جاتے ہیں۔ نیوما بلاک کے دیگر گاؤں کیطرح اس گاؤں کے لوگ بھی امن پسند ہیں اور لوگ مل جل کر رہتے ہیں۔ گاؤں کی فلاح و بہبود و ترقی میں یہ ہل ڈیولپمنٹ کونسل اور سب ڈویژنل آفیسران نیوما کے مشکور نظر آتے ہیں۔ گاؤں کی مزید ترقی اور خوبصورتی بڑھانے کیلئے یہ مزید امیدیں باندھے ہوئے ہیں۔

جولائی 2004ء



ٹیری کے گھمپا کی اہمیت

لیہہ سے اپشی تک 49 کلومیٹر دور ہے۔ یہاں سے ایک سڑک جنوب جانب منالی ہماچل پردیش جاتی ہے۔ جبکہ مشرق جانب کیطرف اونچے ٹیلوں، گھاٹیوں اور دروں سے گذر کر نیوما اور دچوک جاتی ہے۔ دریائے سندھ کے کنارے کنارے گذرنے والی یہ سڑک پر نیوما بلاک کے ایک درجن دیہات آتے ہیں۔ اس جگہ سے نیوما 133 کلومیٹر اور دچوک جو چین کی جانب سرحد پر بھارت کا آخری گاؤں ہے 264 کلومیٹر دور پڑتا ہے۔ اسی سڑک پر دریائے سندھ کے کنارے ایک خوبصورت وادی ٹیری نام کی آتی ہے جوکہ اپشی سے صرف 45 کلومیٹر دوری پر واقع ہے اس کے مشرق جانب کونگیام اور مغرب جانب صمدو علاقہ ہے جبکہ شمال جانب ھمیا کا گاؤں ہے اور جنوب کی طرف گائیک ہے۔ 7 کلومیٹر لمبی لیہہ خوبصورت وادی شمال سے کھنلانگ پہاڑ، مغرب سے ٹھاژھنگ پہاڑ اور جنوب سے نیلنگ پہاڑ کا سلسلہ سے گھری ہوئی ہے۔

قدرت سے اس علاقے کو بے شمار جنگلی جانوروں سے مالا مال کیا ہے

اگر چہ ننگے پہاڑی سلسلے ہیں تاہم ان میں چیتے، بھیڑیا، لومڑی، ہرن، کیانگ (جنگلی گدھے)، فے (جنگلی چوہے) وغیرہ اور دریائے سندھ کے کنارے چکور پرندے اور کوے اڑتے پھدکتے نظر آتے ہیں یہ علاقہ چنگ تھنگ کے دیگر جگھوں کیطرح بھیڑ بکری پالنے کی وجہ سے معروف ہے اسطرح ایک ہزار ایکٹر کا ہچرائی رقبے پر مال مویشی چرتے نظر آتے ہیں۔ یہ گاؤں اگرچہ صرف 30 گھرانوں پر مشتمل ہے اور دور دور تک مکانات اور کھیتوں کے ٹکڑے نظر آتے ہیں مگر 300 نفوس کی آبادی کا بیشتر حصہ مال مویشی پالنے میں لگا ہے۔ ایک سروے کے مطابق مال مویشی کی تعداد ڈھائی ہزار سے تجاوز کر گئی ہے جس میں بکریاں ڈیڑھ ہزار، بھیڑ 500 اور یاکوں کی تعداد 250 ہے۔ گرم کے علاوہ مٹر اور سبزیاں اگائی جاتی ہیں۔

اس جگہ کو تاریخی اہمیت اسطرح حاصل ہے کیونکہ ٹیری پھوہو کے ستوپا (گھمپا) کے درشن کیلئے دور دور سے لوگ آتے ہیں۔ کہا جاتا ہے کہ مہاراجہ اشوک کے دور حکومت میں سنگ مرمر کی بنی مورتی یہاں رکھی گئی تھی جسے چاندی سے لپیٹ دیا گیا ہے۔ بودھی کلینڈر کے مطابق ہر سال چوتھے اور آٹھویں مہینہ ٹھنڈے چشمے سے پانی ابلتا ہے (یعنی مارچ اور ستمبر میں) جبکہ باقی مہینوں یہ بالکل خشک رہتا ہے۔ یہ پانی معدہ کی تکلیف دور کرنے کیلئے آزمایا ہوا ہے۔

حکومت نے اس گاؤں کی فلاح و بہبود کیلئے اقدامات اٹھائے ہیں۔ میڈیکل ایڈ سنٹر کے علاوہ یہاں بچوں کو تعلیم دلانے کیلئے دو پرائمری سکول کھولے گئے ہیں ایک سکول گاؤں کیلئے مخصوص ہے جبکہ دوسرا سکول ٹیری پھوہو (پتی) کیلئے۔ اس پتی کو جانے کیلئے 7 کلو میٹر لمبی سڑک بھی تعمیر

کی گئی ہے۔اس جگہ ریسٹ ہاوس بھی تعمیر کیا گیا ہے جہاں رنگین ٹیلی ویژن سے دوردرشن پروگرام دیکھنے کیلئے لوگوں کی سہولیت کی خاطر ڈیزل جنریٹر بھی رکھا گیا ہے محکمہ ایکولوجیکل لداخ نے گاؤں والوں کے اشتراک سے میکرو ہائیڈل، پروجیکٹ یعنی پانی سے بجلی کا انتظام کیا ہے۔

اکتوبر 2004ء

☆☆☆

شری چھتن ٹیری جو اینمل ہسبنڈری میں کام کرتے ہیں اور ایک سماجی کارکن کا فریضہ نبھاتے ہیں کا شکریہ جنہوں نے کچھ معلومات فراہم کیں۔

(مصنف)

ابلتے گرم چشموں کی آماجگاہ چھوماتھانگ

لداخ کا خط پتھریلی صحرائی ڈھلوانی میدانوں بلند وبالا ننگے کوہساروں کا وسیع وعریض دیس ہے اسکے شمال مشرق سے جنوب تک کا حصہ چنگ تھنگ کہلاتا ہے۔قدرت کی کاریگری دیکھیئے کہ ٹھنڈے موسم اور یخ بستہ ماحول میں بھی کہیں کہیں پتھریلی صحرائی زمین سے گرم چشمے پھوٹتے ہیں۔لداخ کی ایک جگہ چماتھانگ اسلیئے مقبول ہے کہ یہاں اس قسم کے کئی چشمے ایک ہی جگہ پھوٹتے ہیں۔اور گرم بھاپ کے لیکپے اوپر اٹھتے ہیں۔ایسے ہی ایک چشمے کے گرد بندش کی گئی ہے ادھر سے پختہ نالیوں کے ذریعہ یہ گرم پانی جدید طرز کے غسلخانوں میں پہنچ جاتا ہے۔

اس پانی سے متعلق سالہا سال سے یہ عقیدہ ہے کہ یہ بہت سے امراض کیلیئے علاج ہے۔دور دور سے یہی امید باندھ کر آتے ہیں کہ یہ گرم پانی جوڑوں کے درد اور ریح کیلیئے کارگر ہے۔ پھوڑے پھنسی خارش اور کمر وجوڑوں کے درد میں مبتلا مریض اس پانی میں نہا کر صحت یاب ہوتے ہیں۔زیر زمین پہاڑی دامن میں واقع اس رقبے پر اچھلتے گرم پانی میں کچھ معدنیات کے اجزاء بھی شامل ہیں جو صحت کیلیئے مفید ہیں۔ جو کوئی لمبی بیماری

کی وجہ سے بہت عرصہ نہ نہا سکا ہو وہ تو اس جگہ آ کر پہلے نہائے تو کافی موزوں اور مفید رہتا ہے۔ اس پانی میں نہا کر جو لطف آتا ہے وہ اپنی مثال آپ ہے۔ چونکہ یہ پانی کھولتا ہوا ہے۔ اسلئے ٹھنڈے پانی کی نالی بھی غسلخانوں کے باہر تک بنائی گئی ہے تاکہ ضرورت کے مطابق ٹھنڈا پانی ملایا جائے۔ گرم پانی زمین سے اسطرح اچھلتا ہے جس طرح کسی چولہے پر رکھے برتن میں کھولتا ہوا پانی ابلتا ہے اس میں ہاتھ ڈالنا برداشت سے باہر ہے۔ اس پانی میں انڈا بھی ابالا جاسکتا ہے اور پریشر کوکر میں چاول ڈال کر پکایا بھی جاسکتا ہے۔

لیہہ سے نیوما د مچوک جانے والی سڑک پر یہ جگہ لیہہ سے 137 کلومیٹر فاصلے پر آتی ہے آگے چھموریری جھیل جو کہ ماہی پل جگہ سے دوسری سڑک جاتی ہے 82 کلومیٹر کی دوری پر اس سے اور بلندی پر واقع ہے۔ چماتھانگ کی جگہ چھموریرے جھیل، کرزوک اور تھکجے گھمپا کے علاوہ نیوما جانے والوں کیلئے ایک پڑاؤ کی حثیت رکھتا ہے یہاں سے نیوما 44 کلومیٹر اور دمچوک 185 کلومیٹر دور ہے چونکہ وہ علاقہ سیاحت کے پیش نظر ممنوعہ ہے اسلئے ڈسٹرکٹ مجسٹریٹ کے اجازت نامے سے ہی سیاح چماتھانگ کے علاوہ چھموریری جھیل سے جاسکتے ہیں۔ چماتھانگ میں ہوٹلوں کے علاوہ چار دکانوں اور پرائیویٹ ریسٹ ہاوس میں قیام وطعام کا انتظام ہے۔ سرکاری ریسٹ ہاوس سالہاسال پہلے بنایا گیا ہے نہانے کیلئے جدید طرز کے غسلخانوں کا انتظام کے علاوہ ابلتے چشمہ پھوٹنے کی جگہوں کی تار بندی کرنے کا کام محکمہ روڑس اینڈ بلڈنگس سپیشل سب ڈویژن نیوما نے کیا ہے۔ اسکے علاوہ چشمہ پر نہانے والوں کے ٹھہرنے کیلئے علحیدہ ریسٹ ہاوس بھی تعمیر کیا گیا ہے۔ نئے تعمیر کئے گئے ریسٹ ہاوس کے غسلخانوں میں نلوں کے ذریعے گرم پانی

پہنچانے کا بھی انتظام چل رہا ہے۔

چما تھانگ وادی کی لمبائی 3 کلومیٹر اور چوڑائی ایک کلومیٹر ہے۔ چشمہ کے شمال مشرق جانب 2 کلومیٹر دور پہاڑی سلسلے کے دامن میں دریائے سندھ کے کنارے دور دور تک آباد گاؤں چما تھانگ پانیوں اور لہلہاتے کھیتوں کے بیچوں بیچ شاداب لگتا ہے۔ روایت ہے کہ قدیم زمانے میں ادھر ایک جھیل تھی جس کو چھوہ مال تھانگ کہتے تھے یعنی بہت سارے پانی کی جگہ یا بہت سارے پانی جمع ہونے کا میدان آہستہ آہستہ یہ نام بدل کر چما تھانگ کہا جانے لگا۔ گاؤں کے جنوب جانب یعنی دریائے سندھ کے پار پہاڑ کے دامن میں قدیم زمانے کے آثار نظر آتے ہیں۔ مقامی بستی کا کہنا ہے کہ یہ جگہ جھیل تھی تب بستی ادھر تھی۔ اسطرف دریا کے کنارے جرنیلی سڑک سے ذرا اونچائی پر قدیم گھمپا کی موجودگی اور مانے دیوار اس گاؤں کی تاریخی اہمیت کا پتہ دیتی ہے۔ 1962ء کی بھارت چین جنگ کے دوران چشول سے لوگ کیا سرکاری آفیسران و ملازمین بھی پہاڑی سلسلوں سے پیدل مارچ کرتے ہوئے کٹھن حالات میں اس جگہ پہنچے۔ وقت کے تقاضے، حالات اور ضرورت کے پیش نظر چشول کے بعد چما تھانگ کو مرکز بنایا گیا اسطرح یہ جگہ کچھ عرصہ تک چنگ تھنگ کا ہیڈکوارٹر ہی ان ہی دنوں جرنیلی سڑک سے گاؤں کے بیچوں بیچ سڑک نکالی گئی اب یہ سڑک پہاڑ پر بنے گھمپا تک اور آگے پھر دو تین جگہوں پر جرنیلی سڑک سے جا ملتی ہے گذشتہ دو برسوں کے دوران تارکول روڑی بچھائی گئی ہے۔ ادھر کھولے گئے سکول کو 1973ء میں ہائی سکول کا درجہ دیا گیا جو کہ پورے چنگ تھنگ میں پہلا ہائی سکول تھا۔ 1970ء میں ڈیزل جنریٹر سے گاؤں میں بجلی فراہم کر کے چنگ تھنگ کو پاور سپلائی کے دائرے میں لایا

گیا۔ یعنی ابتداء اسی جگہ سے ہوئی۔ مگر جگہ کی تنگی کی وجہ سے اور عوام کی مصلحت پیش نظر دفاتر کو نیوما منتقل کیا گیا یعنی 1970ء کے آس پاس اور تب سے نیوماہی سب ڈویژن چنگ تھنگ کا ہیڈ کواٹر بن گیا۔

80 گھرانوں پر مشتمل چماتھانگ گاؤں کی آبادی 850 نفوس ہے آس پاس دیہات کے 80 طلباء و طالبات اس سکول میں زیر تعلیم ہیں۔ مگر ان میں ساٹھ فیصد لڑکیاں ہیں۔ میڈیکل ایڈ سینٹر میں علاج و معالجہ کی سہولیات میسر ہیں۔ لداخ خود مختار ترقیاتی ربل کونسل اور سب ڈویژنل انتظامیہ نیوما اس گاؤں کی اہمیت کے پیش نظر اسکی تعمیر و ترقی اور فلاحی پروگراموں کو عملانے کیطرف متوجہ ہے۔ جو آنگن واڑی سنٹر کھولا گیا ہے وہاں کمسن بچوں اور دودھ پلانے والی ماؤں کو روزانہ مقوی غذا فراہم کی جاتی ہے۔ مال مویشیوں اور بھیڑ بکریوں کی دیکھ ریکھ اور علاج و معالجہ کیلئے دو مراکز کھولے گئے ہیں۔ راشن سپلائی سٹور سے رعایتی داموں پر آبادی کو غذائی اجناس فراہم کئے جاتے ہیں۔

چماتھنگ کی زرخیز مٹی سے گرم، مٹر اور چارہ کے علاوہ آلو بھی پیدا ہوتے ہیں عام لوگوں کا پیشہ کھیتی باڑی اور مال مویشی پالنا ہے۔ بھیڑ بکریوں اور یاکوں کی تعداد بڑھتی جارہی ہے۔ پانی کی بہتات سے چماتھانگ میں درختوں کے پھلنے پھولنے کے مواقع ہیں اسی کے پیش نظر یہاں دو پلانٹیشن نرسریاں قائم کی جاچکی ہیں۔ یہاں جو کمیونٹی ہال تعمیر کیا گیا ہے اس میں گاؤں کے لوگ سماجی، ثقافتی اور مذہبی تقاریب کا اہتمام کرتے ہیں۔ لوگوں کی طبع تفریح کیلئے ادھر رنگین ٹیلی ویژن اور موسیقی کا سامان رکھا گیا ہے۔ یہاں کے لوگ باشعور ہیں اسلئے نیوما بلاک کا یہ حساس گاؤں تسلیم کیا گیا ہے۔ جہاں جنوب کی

طرف چھموریری جھیل تھکجے گھمپا اور پہاڑی گلیشروں تک کا کم فاصلے کا ٹریکنگ روٹ ہے وہیں شمال کی جانب یا جھیل جو کافی بلندی پر واقع ہے ادھر سے دروں سے راستہ جاتا ہے اس را۔ستے پر جنگلی جانوروں میں ہرن لومڑی شامل ہیں دیکھے جاسکتے ہیں۔ آگے ایک دن پیدل چل کر چشول آتا ہے۔

5 نومبر 2004 چماتھانگ



خدمت خلق کا جذبہ ہو تو ایسا

اونچے ننگے کوہساروں سے گھری کھلی صحرائی وادی کے بیچ سے دریائے سندھ بہتا ہے جسکے دو کلومیٹر کھلے ڈھلوان پر نیوما گاؤں پھیلا ہوا ہے جو ایک سو گھرانوں پر مشتمل ہے۔ اسی گاؤں میں ایک لاچار لڑکی تاشی انگمو اپنے بڑے بھائی ارگیان ژھرنگ جو کہ جسمانی طور معذور ہے کے ساتھ رہتی ہے۔ ان بد قسمت بھائی بہن کے ماں باپ کی صرف چار دن کے وقفے میں موت ہوگئی۔ پہلے انکے پتا مرگئے۔ یہ سال 2002ء کی بات ہے اور ان کی ماتا یہ صدمہ برداشت نہ کرسکی اور چوتھے روز وہ بھی مرگئی۔ اس غریب گھرانے کی اتنی سکت نہ تھی کہ مذہبی رسومات ادا کرسکے۔ چنانچہ گاؤں والوں نے چندہ کرکے رسومات ادا کیں۔

اس گھرانے کا چھوٹا مکان بالکل بوسیدہ حالت میں گرنے کو تیار تھا۔ بڑے لاما جی نے کہا تھا کہ اگر وہ اس مکان میں رہیں گے تو دونوں بھائی بہن کی زندگیوں کو خطرہ ہے۔ کیونکہ یہ ان کیلئے نیک شگون نہیں ہے۔ جاڑے کیلئے ان کے پاس صرف تین کمبل تھے اور گھریلو اسباب بھی اتنا نہ تھا کہ گذارہ ہو سکے۔

چونکہ لڑکی کی شادی ہوئی تھی اور اس کا خاوند مکپا (گھر جمائی) کے

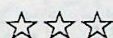
آمدنی کا ذریعہ تھوڑی سی کھیتی ہے اور یہ لڑکی نیوما کے دفاتر اور سرکاری کوارٹروں کے سرکل روڑ کیلئے بطور خاکروب کام کرتی ہے یہ آمدنی کا ذریعہ اس گھرانے کی ابتر حالت سدھارنے کیلئے کافی نہ تھی۔ محکمہ تعلیم نیوما کے پورے سٹاف نے اس گھرانے کو سردیوں سے بچاؤ کیلئے کمبلوں کا انتظام کیا۔

سب ڈویژن ہیڈ کوارٹر نیوما کے آفیسران اور ملازمین نے باہمی طور یہ فیصلہ کیا کہ اس گھرانے کی پسماندگی دور کرنے کیلئے مثبت قدم اٹھائیں گے۔ اور خدا کی خوشنودی بھی حاصل کریں گے۔ زونل ایجوکیشن آفیسر شری ژھوانگ درجے کی سرپرستی میں ایک بہبودی کمیٹی تشکیل دی گئی جس نے مختلف محکموں کے آفیسران اور ملازمین سے چندہ وصول کرنے اور مقامی طور لکڑی جمع کرنے میں پروجیکٹ آفیسر چائلڈ ڈیولپمنٹ آفیسر شریمتی چھڈول اور ٹرائیبل ہوسٹل کے وارڈن شری نوانگ ژھرنگ نے بڑھ بڑھ کر حصہ لیا۔

ماہ جولائی 2003ء میں تمام محکموں کے آفیسران اور ملازمین نے منجملہ ہوکر لیڈیز سمیت جن کی تعداد 70 تھی صبح سے لیکر شام تک خریدے گئے تراشے پتھروں اور گول پتھروں کو جمع کر کے ڈھویا۔ یہ منظر دیکھنے کے قابل تھا جس میں چپراسی سے لیکر آفیسر تک ان پتھروں کو اپنے کاندھے اور کمر پر اٹھا کر اس گھرانے کے پرانے مکان کے آگے خالی زمین تک پہنچایا دیتا اس کام میں لداخیوں کے علاوہ کشمیر اور جموں کے وہ آفیسران اور ملازمین بھی پیش پیش رہے جو اس ہیڈ کواٹر پر تعینات ہیں۔ اس کام میں تمام دھرم بودھ مسلمان، سکھ، عیسائی اور ہندو شامل تھے کھانے کا انتظام خود ملازمین نے کیا۔ غرض کہ تاریخی چوٹی کے دامن میں واقع ندی کے کنارے ایک پکنک کا سا سماں تھا۔ شام کو اطمینان سے آفیسرن کلب میں یہ قافلہ جمع ہوگیا۔ کھانے سے پہلے ناچ اور گانا

ہوااور اسطرح یہ دن اس خدمت خلق میں گذار کر انہیں ولی اطمینان ہوا۔

اس کے بعد وقتاً فوقتاً آفیسران اور ملازمین کئی ٹولیوں کی صورت میں اس مکان کے تعمیری کام میں جٹ گئے۔ اوسط درجے کے دو کمروں والا مکان مکمل ہوا۔ اس مکان کی تعمیر پر مجموعی طور ایک لاکھ پانچ ہزار روپے صرف ہوا جس میں محکمہ دیہات سدھار نیوما بلاک نے اندرا آواز یوجنا کے تحت ۲۲ ہزار روپے کی رقم بھی شامل ہے۔ اس رقم میں سے گھریلو سامان گیس، سلنڈر، برتن، بچھائی اور دیگر ضروری چیزیں شامل ہیں۔ اب یہ گھرانہ کافی خوشحال نظر آرہا ہے۔ لداخ خطے کے سب ڈویژن چنگ تھنگ میں آفیسران اور ملازمین کے جوش وجذبہ خدمت خلق کی مثال دوسروں کیلئے ایک مشعل راہ ہے۔



نومبر 2004ء

شری تاشی ٹنڈوپ زونل ایجوکیشن آفیسر پلاننگ نیوما نے مجھے انگریزی اور اُردو میں یہ لکھنے کی ترغیب دیدی۔ اُن کا شکریہ۔



مُد گاؤں۔ اہمیت اور بدلتی ترقی

کوہ ہمالیہ کے سلسلے میں تبت سے لیکر لداخ تک ایسے بیشتیر گاؤں ملتے ہیں جو دیکھنے میں کافی دلکش لگتے ہیں۔ اگر چہ ٹھنڈ بھرے خشکی کا موسم اس وسیع و عریض خطے کی تقدیر میں آیا ہے مگر آب سندھ کی روانی، بلند قامت ننگے رنگیلے کوہساروں سے گھری لمبی اور چھوٹی صحرائی وادیوں میں دور دور تک تعمیر شدہ مکانات اور سر سبز ٹکڑے ریگ زاروں میں نخلستان کا سا منظر پیش کرتے ہیں۔ دچھوک جو تبت اور لداخ کی آخری سرحد ہے سے جو سڑک لیہہ کی جانب آتی ہے سے 130 کلومیٹر دور شمال جانب دریائے سندھ کے کنارے کنارے کھلا میدان نظر آتا ہے جس میں دور دور تک بھیڑ بکریوں کے ریوڑ، یاک اور گھوڑے نظر آتے ہیں۔ یہ بلاک نیوما کی ایک چراگاہ ہے اس میدان میں ایک کھڑا ٹیلہ ایسے لگتا ہے جیسے اسے کسی نے مصنوعی طریقے پر زمین پر نصب کیا ہے۔ قدرت کا یہ انوکھا ٹیلہ مُد وادی کی شناخت بھی ہے اور اس کی سجاوٹ بھی پیش کرتا ہے دور دور تک نیلے آسمان کو چھوتی ہوئی برفیلی چوٹیاں اس منظر میں اور نکھار لاتی ہیں۔

اس کھلی وادی کے شمال جانب ڈھلوان پر خوبصورت اور دلکش جگہ نظر آتی ہے۔ جولائی و اگست کے مہینوں میں لہلہاتے گرم اور مٹر کے کھیتوں اور

بھیڑ بکریوں کی بھاگ دوڑ سے یہ جگہ کافی خوبصورت لگتی ہے۔ جنرل روڑ سے اس گاؤں کے اوپر تک تارکول سڑک بھی تعمیر کی گئی۔ اگر چہ جنرل روڑ کے راستے سے یہ سب ڈویژنل ہیڈکوارٹر نیوما سے 9 کلومیٹر دور ہے۔ وہیں نیوما سے پہاڑوں کے اوپر سے کم فاصلے کا بھی راستہ ہے۔

مد گاؤں جو کہ ڈھلوان ہے کا مجموعی رقبہ دس کلومیٹر ہے اس پرکشش گاؤں میں جون سے ستمبر تک موسم سہانا رہتا ہے اور ہریالی کی وجہ سے یہاں سے اٹھنے کو من نہیں کرتا ہے۔ اگر چہ یہاں نئے درخت اُگانے کا تجربہ چل رہا ہے تاہم پرانے سینکڑوں برس کے جھاڑی نما درختوں کی موجودگی اس بات کا پتہ دیتی ہے۔ کہ سینکڑوں برس پہلے یہاں لوگوں نے آباد ہونا شروع کیا۔ گاؤں اس وقت 89 گھرانوں پر مشتمل ہے اور ساری آبادی بودھ دھرم کی پیروکار ہے۔ یہ آبادی 463 نفوس تک پہنچ گئی ہے۔ یہ گاؤں اس وجہ سے اہمیت کا حامل ہے کہ یہاں سال بھر کئی سرکاری اور سماجی تقریبات کے علاوہ مذہبی تہواروں اور پوجا پاٹ کی گہما گہمی رہتی ہے۔ ادھر کا گھمپا گاؤں کی اونچائی پہ واقع ہے جسکی سجاوٹ اور پینٹنگ دل کو لبھاتی ہے۔ ادھر ہی درے سے آئی ندی ایسی چٹان کے دامن سے گذرتی ہے جو کسی کاریگر کے ہاتھوں تعمیر شدہ لگتی ہے۔

اس گاؤں کے عام لوگوں کا پیشہ بھیڑ بکری پالنا ہے۔ زرعی پیداوار گاؤں کے اخراجات کیلئے کافی نہیں۔ سال 2004ء کی خشک سالی سے یہاں فصل بالکل تیار نہ ہوئے اسلئے سب ڈویژنل انتظامیہ نیوما نے 50ہزار روپے کی مالیت کا تقریباً 7ہزار کلو گرام آٹا مفت راشن ریلیف کے طور گاؤں میں تقسیم کیا۔ اسکے علاوہ ڈپٹی کمشنر لیہہ کی ہدایت میں فی نفر 16 کلو

آٹا،10 کلو چاول اور ڈیڑھ کلو کھانڈ بھی بانٹ دیا گیا۔ گاؤں کی آمدن کا انحصار پشمینہ اور اون پر ہے۔ حکومت نے اس جگہ ہینڈ لوم ویونگ سینٹر اسی لئے قائم کیا ہے تاکہ ہر سال 20 لڑکیوں کو اون اور پشمینہ سے بنی مصنوعات کی تربیت دی جائی۔

گاؤں کی اہمیت کے پیش نظر لداخ اٹانومس ہل ڈیولپمنٹ کونسل اسکی طرف کافی توجہ دیتی ہے۔ کونسلر، ضلعی انتظامیہ اور بلاک آفیسران یہاں سال میں کئی بار آتے ہیں۔ لوگوں کے مسائل سے جانکاری حاصل کرنے اور انکے مسائل نپٹانے کیلئے خاص توجہ دیتے ہیں۔ یہاں کی سماجی تقریبات میں شرکت کرتے ہیں۔ گاؤں میں علاج و معالجہ کیلئے میڈیکل ایڈ سنٹر سرگرم ہے جہاں ادویات کی مفت فراہمی ہے۔ فوڈ سپلائز سٹور سے صارفین کو رعایتی داموں پر آٹا، کھانڈ، چاول، نمک اور مٹی کا تیل سپلائی کیا جاتا ہے۔ ہر ہفتے لیہہ سے بس سروس آتی ہے۔ گاؤں میں کئی تعمیری ترقی کے پروگرام چالو کئے گئے ہیں۔ یہاں کے لوگ کچھ فلاحی پروگراموں سے بھی مستفید ہوتے ہیں۔ لاکھوں روپے سے یہاں جو جدید طرز کا کمیونٹی ہال تعمیر کیا گیا ہے وہ گاؤں کی سماجی اور کلچرل پروگراموں کیلئے مخصوص ہے ملکی حالات سے واقفیت دلانے کیلئے اسی ہال میں ایک رنگین ٹیلی ویژن اور جنریٹر نصب کیا گیا ہے۔ اس گاؤں کو نیوما سے بجلی کی لائن جڑی ہے اسطرح بلا کسی خلل کے روزانہ شام چھ گھنٹے بجلی سپلائی مہیا رہتی ہے۔

تعلیم کے میدان میں یہ گاؤں آگے بڑھنے لگا ہے۔ اس گاؤں کے پرائمری سکول نے پورے لداخ میں سبقت لے لی ہے اس سکول کی بہترین کارکردگی کے پیش نظر اسے سال 2003ء کا بہترین پرائمری سکول قرار دیا گیا

ہے۔اس ضمن میں لداخ ہل کونسل اور ضلع انتظامیہ سکول کے کام کاج سے متاثر ہو گئے۔اسطرح ایک توسیعی سند کے علاوہ نقد پانچ ہزارروپے کا انعام دیا گیا۔سکول کے اساتذہ کوایڈوانس سالانہ انکریمنٹ کیلئے بھی سفارش کی گئی ہے یہ سکول اس دورافتادہ قبائلی علاقہ کیلئے ایک مثال ہے۔سکول کے صحن کے دیواروں پرخوبصورت لکھائی اور مصوری یہاں کے اساتذہ کی ذہانت کی دلیل ہے۔گورنمنٹ پرائمری سکول کے علاوہ یہاں بودھی مذہبی طرز کی تعلیم کا بھی پرائیویٹ سکول ہے۔سکول کے ہیڈ ماسٹر شری صنم لنڈوپ کافی ہونہاراور محنتی ہیں۔گاؤں کے لوگوں کی سادگی، مہمان نوازی اور بھی قابل داد ہے۔کچھ بزرگ سوسال کی عمر سے اوپر ہیں۔لوگ محنتی ہیں۔کچھ کاروبار سے بھی منسلک ہیں۔

نیوما میں تین سال قیام کے دوران راقم کئی باراس جگہ گیا ہے۔سڑک کے راستے سے اور پہاڑی راستے سے بھی پیدل۔چند دن قبل ہیڈ ماسٹر پرائمری سکول شری صنم لنڈوپ اور نمبردار کی دعوت پر گاؤں کے متعلق جانکاری حاصل کرنے کیلئے گیا۔

28 نومبرء 2004



فلم حقیقت اور لداخ

1962ء میں ہوئے چین جنگ کا براہِ راست اثر لداخ کے شمالی مشرقی حصہ چنگ تھنگ پر پڑا۔ بیک وقت چینی فوج نے دمچوک اور چشول پر حملہ کیا چشول کے پہاڑوں پر میجر شیطان سنگھ 114 فوجیوں سمیت لڑتے لڑتے بلیدان ہوگیا۔ اس جگہ رگذنگ لا میدان میں ان کا یادگاری کتبہ اس جنگ کی صورتحال کی شناخت ہے یہ ہندوستان کی تاریخ میں پہلی بار ہے کہ اس سال سارے ملک میں دیوالی نہیں منائی گئی کیونکہ ہزاروں فوجی جنگ میں مصروف تھے۔ اور کچھ غائب تھے اسی پس منظر میں بمبئی کے پروڈوسر چیتن آنند نے ایک ہندی فیچر فلم ''حقیقت'' فلمائی جس کی ساری شوٹنگ لداخ میں ہوئی اس جنگ کے واقعات کے پس منظر میں اس فلم میں اصل حقائق پیش کئے گئے۔ اس جنگ کے بعد مرکزی حکومت کی توجہ لداخ کی جانب زیادہ رہی۔ 1976ء میں ریلیز کی گئی اس دیش بھگتی فلم کے دل کو چھونے والے گیت سارے ہندوستان میں کافی مقبول ہوگئے۔ ان گیتوں کے بول یوں ہے:

ا) مستی میں چھیڑ کے ترانہ کوئی دل کا

۲) کھلونا میرے سے

۳) ہو کے مجبور اس نے مجھے بلایا ہوگا

۴) اب کی آئی سال دیوالی

۵) میں یہ سوچ کر اس کے گھر سے چلا

۶) ذرا سی آہٹ ہوتی تو دل کہتا ہے

۷) کر چلے ہم فدا جان وتن ساتھیو، اب تمہارے حوالے وطن ساتھیو



اول جون 2002ء کو لیہہ میں منعقدہ سندھو درشن کے میلے میں شریک جہاں بہت ساری شخصیات نے خطاب کیا وہاں اس فلم میں کام کرنے والے وجے آنند نے بھی خطاب کیا۔ ان سے لیا گیا میرا انٹرویو ہفت روزہ خبر ونظر سرینگر میں نومبر 2002ء کے شمارے میں شائع ہوا ہے۔

اس فلم میں پرڈویسر چیتن آنند اب اس دنیا میں نہیں ہیں۔ وجے آنند کے ساتھ راقم کا خط وکتابت اور فون سے رابطہ لداخ سے ہوتا رہا اور وہ میری تجویز پر لداخ پر ایک فلم تیار کرنے پر غور کر رہے تھے مگر فروری 2004ء میں وہ اچانک دل کا دورہ پڑنے سے ممبئی میں فوت ہو گئے۔

(اول دسمبر 2004ء)



چنگ تھنگ کی چراگاہوں کے حالات واقعات

لداخ خطے کے سب ڈویژن چنگ تھنگ کی معیشت کا دارومدار مال مویشی پر ہے۔ یہ وسیع و عریض ننگے پہاڑوں کا علاقہ بے شمار چراگاہوں کا مسکن ہے۔ نیوما سے جنوب کی طرف 20 کلومیٹر دور لوما سے سڑکیں جاتی ہیں۔ دریائے سندھ پر لگے پل کے پار ایک سڑک جنوب کو انلے جاتی ہے اور دوسری مشرق کی طرف جو کچھ کلومیٹر ٹائیگر مالے پہاڑی دامن سے ڈونگٹی سے آگے کویول اور دمچوک جاتی ہے جبکہ پل کے اس پار ژھا گہ سے ہوکر آگے چشول اور ٹنگسے جاتی ہے اس سڑک پر کچھ کلومیٹر آگے پشمینہ گوٹ فارم گھر یل آتا ہے۔ 85-1984 میں قائم کئے گئے اس فارم کا مقصد نہ صرف شیپ ہسبنڈری کی بکریوں کی پرداخت ہے بلکہ چنگ تھنگ کے ان چنگیاز (Nomadic) خانہ بدوشوں کی بھیڑ بکریوں کی نگرانی اور علاج و معالجہ شامل ہے جو کئی چراگاہوں میں گھومتے ہیں۔ ایکسو ایکٹر رقبے پر پھیلا ہوا یہ فارم اس سال خشک سالی کی وجہ سے متاثر ہوا۔

یہ علاقہ بلاک نیوما کا سرد ترین حصہ مانا گیا ہے اور معیاری پشمینہ کے

حصول کیلئے کافی ٹھنڈ کی ضرورت ہوتی ہے۔ اس فارم کے گردونواح اسلئے بھیڑ بکریوں کے ریوڑ لائے جاتے ہیں تا کہ ادھر گھاس مل سکے ورنہ دریائے سندھ کے پار ڈونگٹی وادی کی طرف بڑھ جائیں۔ دریائے سندھ کے اس پار اور گھریل کے آس پاس جنگلی جانوروں اور آبی پرندوں کی نقل وحرکت سال بھر ہوتی رہتی ہے مگر کم برف باری، گلیشروں کے سکڑ جانے اور ندی نالوں میں برائے نام پانی آنے سے پورے لداخ کو اس سال خشک سالی کا سامنا کرنا بڑا۔ نیوما بلاک کی تقریباً ساری ندیاں سوکھ گئیں نیتجتاً دریائے سندھ میں پچھلے سال کی نسبت پانی کم رہا شمال مغرب جانب سرحد چین پر تارا پوسٹ سے ژھاگہ سے لیکر کھریل تک کھلی چوڑی لمبی ڈھلوانی صحرائی وادی کے بالمقابل جنوب ڈونگٹی دکھائی دیتا ہے حتیٰ کہ زائد ایک سو کلومیٹر دور دمچوک کا پربت بھی نظر آتا ہے۔ مشرق کا بیشتر پہاڑی سلسلہ چین کی تحویل میں ہے۔ ڈونگٹی وادی سطح سمندر سے 14160 فٹ اونچی ہے۔ یہ وسیع میدان چنگ تھنگ کی سب سے بڑی لمبی چراگاہ سکاک جونگ (Skag jung) کے نام سے جانی جاتی ہے۔ ادھر دریائے سندھ کے کنارے کمانڈ ایریا ڈیولپمنٹ پروگرام کے تحت زرکثیر سے ایک پروجیکٹ کو اسی لئے تیار کیا گیا تا کہ اس چراگاہ کے مختلف حصوں کو سیراب کیا جا سکے مگر اس سال سکاک جونگ کی چراگاہ سوکھ گئی۔ اگر چہ اس سال بھی اس میں بھیڑ بکریوں اور یاکوں کے ریوڑ ہی ریوڑ دور دور تک نظر آتے ہیں۔ دور دور تک خیمے لگائے چنگپاز کی نقل و حرکت کسی بڑے میلے کا منظر پیش کرتی ہے۔ اگر چہ حکومت ان قبائیلوں کی حالت سدھارنے کیلئے کئی پروگرام چلا رہی ہے۔ مگر اکثر کسمپرسی کی زندگی گذارنے کے عادی ہو چکے ہیں۔

ڈونگٹی وہ جگہ ہے جو چین کی سرحد پر لمبے کھلے میدان کی صورت میں دریائے سندھ کے کنارے واقع ہے یہ جگہ دمچوک سڑک پر نیوما سے 45 کلو میٹر کی دوری پر واقع ہے۔لوما سے اس جگہ اگر چہ سڑک خراب ہے مگر سال 2003ء سے بیکن پروجیکٹ نے اس سڑک پر ٹائر میکڈیم بچھانے کا کام ہاتھ میں لیا ہے۔اس ایجنسی کا نام گریف GREF ہے۔ڈونگٹی میں تبتی لوگ رہائش پذیر ہیں 45 گھرانوں کی آبادی 250 نفوس پر مشتمل ہے۔ یہاں کچے مکان نظر آتے ہیں۔لوگ تمبو(خیموں) میں رہتے ہیں۔ یہ لوگ بھیڑ بکریوں کو پالنے پر گذارہ کرتے ہیں۔اس جگہ نہ کوئی سکول نظر آتا ہے اور نہ کوئی دوسرا سرکاری ادارہ۔ یہاں کے بچوں کیلئے تعلیم کا انتظام نہیں ہے اسلئے یہ اپنے ماں باپ کے ساتھ بھیڑ بکری پالنے میں مشغول رہتے ہیں۔تعلیمی اور بنیادی طبی سہولیات کیلئے کویول جانا پڑتا ہے جو 50 کلومیٹر دور واقع ہے۔ ڈونگٹی میں میدان ہی میدان ہیں دور دور تک جگہ جگہ بھیڑ بکریوں کے ریوڑ گھاس چرتے نظر آتے ہیں اور یاک گائیوں اور زنبو چلتے پھرتے ہیں۔ ایسا لگتا ہے گویا یہاں میلہ لگا ہوا ہے۔ یہاں مویشوں کی جھنڈ کی وجہ سے جون سے ستمبر تک زیادہ چر چار رہتا ہے۔ڈونگٹی وادی بوجہ دریائے سندھ دو حصوں میں بٹا ہے اُس طرف چین کا علاقہ ہے۔ اور اسطرف کا علاقہ ہندوستان کے قبضہ میں ہے

ڈونگٹی قدیم زمانے میں اہم پوسٹ رہا ہے بطرف شمال دریائے سندھ کے پار دور پہاڑی اونچائی ژھاگا،تاراپوسٹ اور چشول کے پہاڑ نظر آتے ہیں ادھر زمانہ قدیم سے ہی راستہ تھا۔نہ جانے کس وقت یہاں پل بہہ گیا۔ پل کے نشانات کنارے پر موجود ہیں۔ڈونگٹی میں چار چشمے ہیں۔لوگ یا تو

ان چشموں کا پانی پینے کیلئے استعمال کرتے ہیں یا دریائے سندھ کا پانی استعمال کرتے ہیں۔ یہاں کوئی بھی ہینڈ پمپ نصب نہیں کیا گیا ہے۔ فلچے وادی نامی جگہ چین سرحد پر ایک لمبا صحرائی میدان کی صورت میں نظر آتا ہے۔ ڈونگٹی وادی میں اگرچہ کچھ تبّتی رفیوجی اور مقامی لوگوں کے تھوڑے مکانات ہیں مگر لداخ کے سب سے بڑے میدان جو چین سرحد پر ہے کے مغرب کی جانب علٰحیدہ ایک خوبصورت وادی میں بڑا گاؤں کویول ہے۔ یہ گاؤں اس کا منتظر تھا کہ سال 2003ء میں ڈپٹی کمشنر لیہہ کی سربراہی آفیسران کی ایک ٹیم نے یلڈور نہر کا معائینہ کیا اور 43 لاکھ روپے کی لاگت سے تیار کی گئی اس نہر سے دریائے سندھ کے اس طرف کے کنارے 16 ہزار کنال صحرائی زمین کو سبزہ زار میں تبدیل کیا جائے گا۔ پھر سرحدی حالات کی وجہ سے یہ پروگرام رک گیا۔

بلاک نیوما کی دوسری چراگاہوں میں کھرناک علاقے کی تیگا زانگ، نورچن، سکینگ، مکنگ، چھتنگ، ڈبلنگ، یوگنگ، لوما انلے راستے پر لال پہاڑی، انلے وادی میں روکو، ڈکو اور کربوک چراگاہیں شامل ہیں۔ دریائے سندھ کے کنارے لوما اور مد کے درمیان لنکیو چراگاہ اور وادی نیوما بھی اس شال خشک سالی کی شکار ہوئی۔ بالائی چنگ تھنگ جو دربگ بلاک پر مشتمل ہے میں ساتو کرگام، چشول وادی، مان، میرک، چھک چھلو (فوبرانگ) اور شیوک کی چراگاہیں بھی خشک سالی کی زد میں آگئیں۔ پانی کی کمی اور گھاس کی کمی کی وجہ سے خونخوار جنگلی جانوروں نے اس چراگاہوں میں گھس کر مویشیوں کو اپنے منہ کا نوالہ بنالیا۔

اگست کے مہینے میں لداخ اٹانومس ہل ڈیولپمنٹ کونسل کے چئیرمین شری ریگزن پلبر نے چنگ تھنگ کے ایک ہفتے کے دورے کے دوران زیادہ

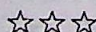
ترسوکھے سے نپٹنے کے معاملہ اور چراگاہوں کو سیراب کرنے پر متعلقہ حکام کو اقدامات اٹھانے پر زور دیا۔ سخت موسم سرما کے پیش نظر بھیڑ بکری پالنے والوں کو کافی دقت کا سامنا ہے کیونکہ پچھلے سال کی طرح اس سال وہ اتنا چارہ جمع نہ کر سکے۔ یہ لوگ اب حکومت کے احکامات کے منتظر ہیں۔ خشک سالی سے نپٹنے کیلئے چنگ تھنگ کیلئے 3 کروڑ روپے واگذار کرنے پر لوگوں نے اطمینان کا سانس لیا ہے۔ چارہ اور فیڈ کو کئی جگہوں پر پہنچایا گیا ہے اور اسکو تقسیم کرنے کیلئے سب ڈویژنل انتظامیہ سرگرم عمل ہو چکی ہے اسطرح سخت موسم سرما کے دوران جانوروں کو زندہ رکھنے کیلئے چارہ کا انتظام ہو جانے پر لوگ خوش وخرم ہیں۔

چنگپاز تو یہ اظہار کرتے ہیں کہ پانی کے وسائل سے چراگاہوں کو سیراب کرنے کیلئے بامقصد اقدامات اٹھائے جائیں تاکہ ان میں گھاس کے تنکے اگ سکیں اسطرح آئیندہ چنگ تھنگ میں پشمینہ بکریوں، بھیڑوں اور یاکوں کی بہتر پرورش ہو سکے۔

10 دسمبر 2004ء



یہاں یہ لکھنا بیجا نہ ہوگا کہ چیف ایگزیکیٹیو آفیسر لداخ اٹانومس ہل ڈیولپمنٹ کونسل لیہہ (ڈپٹی کمشنر لیہہ) مسٹر ستش نہرو اور سب ڈویژنل مجسٹریٹ نیوما مسٹر علی رضا چنگپاز کی فلاحی سکیموں اور چراگاہوں کی حالت سدھارنے کیلئے کوشاں رہتے ہیں۔ اس سال ہل کونسل کے ایگزیکٹو کونسلر اور ضلعی آفیسران کے علاوہ سب ڈویژنل انتظامیہ دورے کرتے رہے اور چنگپاز کے لیے شروع کی گئی اسکیموں کو عملانے میں پیش پیش رہے۔ (مصنف)



لداخی کلینڈر

اول جنوری 2004ء کو جمعرات تھی اور اسلامی کلینڈر کے مطابق ۷ ذیقعدہ ۱۴۲۴ھ جبکہ بکرمی حساب سے ماہ پوس کی ۹ تاریخ اور سال ۲۰۶۰ ب جبکہ اول محرم الحرام ۱۴۲۵ھ کو اتوار کا دن جو کہ ۲۲ فروری آیا اور اس روز بکرمی کے پھاگن مہینے کی ۲ تاریخ تھی۔ ۲۱ مارچ ۲۰۰۴ء کو بکرمی سال ۲۰۶۱ شروع ہوا اور یہ اتوار تھی۔ چاہے وہ شمسی ہو یا قمری ہر سال کے بارہ مہینے ہوتے ہیں۔ بکرمی کے مہینے یوں ہیں۔ چیت، بیساکھ، جیٹھ، ساڑھ، ساون، بھادون، کنوار، پھر کاتک، اگھن، پوس، ماگھ اور آخر پر پھاگن۔ ہندوستان میں ہندو قوم اسی بکرمی سنہ کو مانتی ہے اور یہی سنہ ریاست جموں و کشمیر میں ۱۹۴۷ء سے پہلے اور اس کے بعد سرکاری سنہ تسلیم کیا گیا تھا۔ تاریخ پیدائش، موت اور دیگر اجراء شدہ سرٹفکیٹ اسی تاریخ سنہ کے مطابق اندراج کی جاتیں۔ حتےٰ کہ سروس ملازمین ریکارڈ میں ئیہ سنہ اندراج کیا جاتا۔ مرد، عورت اور اکثر بوڑھوں کو یہ پتہ ہوتا کہ آج کس مہینے کی کون سی تاریخ ہے۔ دسمبر جنوری کے ایام میں سخت سردی ہوا کرتی اور برف گرتی تو معلوم ہوتا کہ یہ پوس اور ماگھ کے مہینے چل رہے ہیں یعنی یہ بکرمی سنہ سوریہ (سورج) کی گردش

کے ساتھ ساتھ موسمی حالات کے بدلاؤ کے مطابق چلتا ہے پھاگن کے مہینے میں سردی کا اثر کم ہونے لگتا اور چیت کو موسم بہار کی آمد کے ساتھ دن بھی بڑے ہو جاتے، ندی نالوں میں پانی آتا چشمے پھوٹ پڑتے، ہریالی اگ آتی، باغوں میں شگوفے پھوٹتے اور پرندوں کی چہچہاہٹ اس بات کا پتہ دیتی کہ ہر طرف بہار ہی بہار ہے بیساکھ میں بہار پورے جوبن پر ہوتا ہے۔

لداخ جو کہ کافی اونچائی پر واقع ہے اور ریاست کا وہ خطہ ہے کہ اسکا سارا رقبہ پہاڑی سلسلوں، گلیشروں، صحرائی پتھریلے میدانوں کی آماجگاہ ہے۔ نچلے لداخ میں کم وبیش خوبانی کے درختان اور سبزیوں کی کاشت کی وجہ سے اسکی آب و ہوا کشمیر سے ملتی جلتی ہے نوبرا اور کھلسی بلاک کا داہ ہنو کا علاقہ زرخیز ہے مگر لیہہ کے شمال مشرق وجنوب کی جانب دور افتادہ چھلیے کارو بلاک، ٹنگسے اور نیوما بلاک میں چھوٹے چھوٹے صحرائی کھیت اور کہیں کہیں درخت اور چراگاہیں نظر آتی ہیں۔ نیوما بلاک پوری ریاست جموں وکشمیر میں رقبہ کے لحاظ سے زیادہ لمبا چوڑا پہلا بلاک ہے جس کی آبادی دس ہزار نفوس ہے جبکہ اسی کے شمال جانب دربگ بلاک اس سے جڑا ہے جہاں موسمی حالات سال بھر پیچیدہ رہتے ہیں۔ گویا کہ دونوں بلاکوں کو سب ڈویژن چنگ تھنگ کا نام دیا گیا ہے۔ یہاں کے میدانوں اور پودوں پر جون کے پہلے ہفتے سے ہریالی چھاتی ہے اور ستمبر کے دوسرے تیسرے ہفتے میں پودوں سے پتے بھی جڑتے ہیں اور فصل کی کٹائی سے کھیت ننگے ہو جاتے ہے۔۔ لداخ میں بھی جہاں کشمیر کی طرح بکرمی سنہ میں سرکاری طور کام ہوا کرتا تھا۔ اب پوری ریاست جموں کشمیر میں عیسوی تاریخ سے ہی کام چلایا جاتا ہے اسلیئے لداخ میں بھی ایسا ہوتا ہے۔

مگر لداخیوں کا ہر معاملے میں علٰحیدہ طریقہ ہے۔ جس طرح ان کی زبان، لباس، کھانا پینا مذہبی رسومات اور سماجی معاملات اور باقی طور طریقے دنیا سے مختلف ہیں اسی طرح ان کا کلینڈر بھی جدا گانہ ہے۔ نہ تو یہ شمسی کلینڈر ہے۔ یعنی عیسوی سنہ اور نہ ہی قمری کلینڈر یعنی اسلامی سنہ اور نہ ہی موسمی کلینڈر یعنی ہندوستان سنہ کو اپنے مذہبی اور سماجی طرز میں اہمیت دیتے ہیں۔ یہ صرف تبّتی کلینڈر پر مکمل اعتقاد رکھتے ہیں۔ کچھ لوگوں کا کہنا ہے کہ چاند کی گردش کے مطابق آتا ہے۔ تبّتی کلینڈر جہاں تبت میں بھی چھپتا ہے وہاں لیہہ شہر کے مختلف مراکز بھی ہر سال اسکو تبّتی ہندسوں اور زبان میں شائع کرتے ہیں اس طرح تبّتی اور لداخی کلینڈر ایک ہی ہے تبت اور لداخ میں بودھی مذہب کے پھیلاؤ کی وجہ سے مسلم آبادی بہت کم ہے جبکہ عیسائی تھوڑے ہیں۔ ہندو دھرم کا کوئی اثر نہیں ہے اسلیئے تبّتی سنہ ہی رائج ہے۔ یہ سنہ زواتنکپو مہینے سے شروع ہوتا ہے جبکہ دوسرا مہینے نسپا، تیسرے کو سمپا، چوتھے کوزیپا، پانچویں کو ناپا چھٹے کو ٹکپا، ساتویں کو دنپا، آٹھویں کو گتپا، نویں کو گوپا، دسویں کو چوپا، گیارہویں کو چوچکپا اور بارہویں مہینے کو چوپنس کہتے ہیں۔

لوسر کا تہوار لداخ اور تبت میں اسی طرح منایا جاتا ہے جس طرح مسلمانوں میں عید، عیسائیوں میں کرسمس، ہندوؤں میں دیوالی وشیوراتری اور اور سکھوں میں بیساکھی منایا جاتا ہے۔ لوسر کا مطلب ہے نیا سال (لو= سال اور سر= نیا) تبّتی کلینڈر کے تحت گیارہویں مہینے کی پہلی تاریخ سے یہ تہوار منایا جاتا ہے اسکے متعلق یہ روایت ہے کہ جب لداخی راجہ جمیانگ نمگیل اسکردو لڑائی کیلیئے نکلے تو راجہ نے حکم دیا کہ اس سال لوسر تہوار پہلے ہی منایا جائے تب سے لوسر منانے کیلیئے اسی مہینے کا رواج ہوگیا۔ یہ لوسر دسمبر سے لیکر جنوری کے

مہینوں میں آتا ہے لوسر سے پانچ دن پہلے ایک اہم دن نم چتھ کی یہی اہمیت ہے کہ دسویں مہینے کے آخر پر ہی راجہ جمیا نگ نمگیال نے یہ تہوار منایا اور پھر اسکردو کو فتح کتنے کیلئے نکلے مگر وہاں پر گرفتار ہوئے۔

تبّتی سال کے 365 دن آتے ہیں کوئی مہینہ 30 ایام کا ہوتا ہے اور کوئی مہینہ 29 ایام کا۔ یہ سنہ بھی چاند کے مطابق ہوتا ہے۔ بارہ سال کے عرصہ کو کوئی نام دیا جاتا ہے مثلاً اس وقت پربو (بندر کا سال) چلتا ہے۔ اور ہر سال کو کسی بھی طور مانا جاتا ہے مثلاً عیسوی سنہ 2001 اور 2002 میں تبّتی سال 2128 چلتا تھا اس سال کو مادہ سانپ کا نام دیا گیا تھا۔ آج یعنی 12 دسمبر 2004ء تبّتی کلینڈر کے گیارہویں مہینے (چوچکپا) کا پہلا دن ہے۔ اور سال 2030 چلتا ہے۔

نیوما (چنگ تھنگ)



غزل

جہلم کے کنارے خوف و ہراس کی صحبت ملی
آبِ سندھ کی تیز ٹھنڈ لہروں سے راحت ملی

تقدیر کو تدابیر سے قابو کرنا ممکن نہیں
چٹانوں کے بار بار کے سفر میں سلامت ملی

پھولوں کے چمن میں کبھی اکثر بیٹھا کرتے
پتھروں کے ہار سجانے کی ادھر عادت ملی

نیلے گگن تلے ننگے کوہساروں کا بے حساب جوڑ
خاموش وادیوں میں مُسکراتے ہوئے عزت ملی

کھودیا وطن کو نوکری میں پردیسی ہوگئے
ڈھلتی جوانی میں لڑکپن جیسی صحت ملی

ادھوری محبت کا کنارہ مبہوت مسکراتا رہا
کوہساروں میں نغموں کی ہی سخاوت ملی

☆☆☆

نیوما، دسمبر 2004ء

لیہہ اپشی سڑک پر اہم گاؤں ٹھکسے

رقبہ

لمبائی ۱۰ کلومیٹر چوڑائی ۳ کلومیٹر

لیہہ سے دور = ۱۸ کلومیٹر

واقع

دریائے سندھ کے کنارے پہاڑی سلسلے کے دامن میں کھلی جگہ شمال مغرب سے مشرق تک پھیلا ہوا ہے

زمین

زرخیز مٹی اور کھیتوں سے گرم، گندم، مٹر، آلو، شلغم اور سبزیوں کے علاوہ درختوں سفیدا اور بید کی بہتات ہے۔

ذریعہ معاش

اکثر لوگوں کا ذریعہ معاش زرعی پیداوار کے علاوہ بھیڑ بکریاں اور گائیں پالنا ہے دودھ کی پیداوار لیہہ شہر کی ضروریات کیلئے بھیجی جاتی ہے۔ کچھ لوگ

کاروبار سے منسلک ہیں۔ بیشتر گھرانوں کے آفیسران اور ملازمین لداخ کے مختلف مقامات پر ڈیوٹی انجام دیتے ہیں۔

آبادی

کل 410 گھرانوں میں 110 گھرانے مسلمان ہیں جو شعیہ اور سنی میں برابر بٹے ہیں کچھ لوگ عیسائی مذہب سے بھی وابستہ ہیں مگر آبادی کا 75 فیصدی بودھی دھرم اختیار کیا ہوا ہے۔ مجموعی آبادی چار ہزار نفوس کے قریب ہے۔

تاریخی اہمیت

پہاڑ پر تعمیر شدہ قدیم گھمپا ٹھکسے گھمپا دنیا کے بودھی حلقوں میں مقبول ہے اس جگہ گرمیوں کے ایام میں زیادہ چہل پہل رہتی ہے۔ غیر ملکی عقیدت مندوں کے علاوہ نداخ آنے والے سیاح بھی ادھر پہنچ جاتے ہیں۔ ٹھکسے کے بیچوں بیچ گذرنے والی شاہراہ قدیم زمانے میں آگے تبت اور سیکیانگ (چین) جانے کا راستہ رہا ہے اور ساتھ ہی اپشی سے ہماچل پردیش اور پنجاب کا بھی راستہ رہا ہے۔ حضرت شاہ ہمدانؒ کا سکن چونکہ شئے جو ٹھکسے سے پہلا گاؤں آتا ہے میں کچھ عرصہ ٹھہرے اور ان کے نام پر ادھر مسجد کھلے وسیع میدان میں تعمیر ہے۔ وہ اسی راستے سے سیکیانگ (چین) گئے۔ اسی کی بدولت 1997ء میں ادھر ایک رضا کار تنظیم یوتھ ونگ شاہ ہمدان ویلفئر سوسائٹی کا قیام عمل میں لایا گیا۔ ٹھکسے میں ایک اسلامی مڈل سکول ہے یہاں پندرہ سال پہلے دارالعلوم بھی قائم کیا گیا جس میں ایک درجن سے زائد بچے

اسلامیات اور عربی تعلیم حاصل کرتے ہیں۔ یہاں بچے قران حفظ کرتے ہیں۔ ٹھکسے میں جموں و کشمیر بنک کی شاخ کے علاوہ بھی کچھ چھوٹے سرکاری ادارے ہیں۔ ایک زرعی تحقیقی شاخ بھی ہے۔



لیہہ (لداخ) 16 دسمبر 2004ء

ٹھکسے میں قیام کے دوران محمد جابر کے والد کا شکریہ جنہوں نے کچھ معلومات فراہم کیں اور یہ مضمون تیار ہوگیا۔



لداخی عورت کا بدلتا روپ

لداخ ہندوستان کے شمال و مغرب میں ہمالیائی سلسلے سے جڑا ایک وسیع وعریض علاقہ کافی بلندی پر واقع ہے جہاں ننگے ورنگیلے پہاڑ ہی پہاڑ اور صحرائی وادیاں آتی ہیں۔ آکسیجن کی کمی سے یہاں خشک وسرد آب وہوا کی تاثیر ہے۔ اس خطے میں بسنے والے دو نسلوں سے تعلق رکھتے ہیں یعنی آریائی نسل اور منگولیائی نسل آریائی نسل کی اکثر آبادی ضلع کرگل اور کھلسی بلاک کے داہ ہنو علاقے میں رہائش پذیر ہے۔ جبکہ منگولیائی نسل کے زیادہ لوگ ضلع لیہہ کے دور اُفتادہ چنگ تھنگ اور نوبرا میں رہائش پذیر ہیں۔ اس خط لداخ کا رہن سہن زبان رسومات ، تمدن اور تعمیری ڈھانچے ملک کے دیگر علاقوں سے جداگانہ ہیں۔ اگرچہ یہ خطہ انتظامی طور صوبہ کشمیر سے اور ریاست جموں وکشمیر سے جڑا ہوا ہے مگر لداخ اٹانومس ہل ڈیولپمنٹ کونسل کے لیہہ اور کرگل میں قیام کی وجہ سے اسکو بہت سارے معاملات میں غیر معمولی اختیارات حاصل ہیں۔ ان کونسلوں کے قیام کا مقصد یہاں کی تعمیر وترقی کو مستحکم کرنا اور فلاحی پروگرام کو عملاً کر یہاں کی آمدن بڑھانا ہے جس کا فائدہ مرد اور عورت دونوں کو ہو رہا ہے۔ رقبہ بڑا اور آبادی کم ہونے کے باوجود ماضی سے مورخوں اور سیاحوں کی کشش لداخ کی طرف رہی ہے۔

دور افتادگی، دشوار گذار اور رستوں کے بند ہو جانے کی وجہ سے لداخ میں ایسے سہولیات کمیاب ہیں جو down میں ملتے ہیں۔ یہاں کے لوگ سخت

سردی کے مقابلہ کرنے اور مہم جوئی کی وجہ سے مقبول ہیں۔ یہاں کے مردوں سے عورتیں ہی زیادہ محنتی ہیں۔ اکثر جوان و بوڑھی عورتیں لیہہ کے دکانوں پر مال بیچتی ہیں۔ چنگ تھنگ میں تبّتی رفیو جی عورتیں اور لداخی لڑکیاں بھی چین سرحد پار کر کے پیدل یا گھوڑوں پر سامان لاتی ہیں۔ سمنگلنگ کا مال لیہہ بازاروں تک زیادہ تر عورتیں ہی پہنچاتی ہیں۔ متعدد پروجیکٹوں، عمارات کی تعمیر اور سڑکوں کو نکالنے میں لداخی عورتوں کا زیادہ حصہ ہے۔ کثر ان پڑھ عورتیں GREF کی زیر نگرانی مختلف سڑکوں کی تعمیر وتجدید کیلیۓ بطور قلی بھرتی ہو چکی ہے۔ لیہہ کے بازاروں کی صفائی کرتی ہیں۔ پورے لداخ کے دفاتر میں زیادہ تر جاروپ کش کے کام پر عورتیں ہی مخصوص ہیں ہر دفتر میں کوئی نہ کوئی عورت دکھائی دیتی ہے کوئی چپراسی، کلرک، ٹائپسٹ اور اکاونٹنٹ حتیٰ کہ کسی کسی دفتر میں لداخی عورت ہی آفیسر ہے۔ لیہہ میں ایسے بھی دفاتر ہیں جہاں عورتوں کی تعداد مردوں کے مقابلے میں زیادہ ہے۔ مردوں سے زیادہ اب عورتیں تعلیم کی طرف زیادہ گامزن ہیں۔

ان پڑھ عورتیں جو دور افتادہ جگہوں کی ہیں صرف لداخی سمجھتی ہیں یا پُرکھی (پُورگی) اور بلتی مگر کچھ تبّتی عورتیں اپنی زبان کے علاوہ انگریزی بھی جانتی ہیں اور اُردو و ہندی وہ عورتیں سمجھ اور بول سکتی ہیں جو لداخ سے باہر نکلی ہوں۔ عورتیں جہاں بھیڑ بکریاں، گائے، گھوڑے اور یاک چرانے کیلیۓ دور دراز پہاڑی میدانوں کا سفر کاٹتی ہیں وہیں بوائی کے دوران بنجر اور ریتلی زمین کو گھوڑوں اور یاکوں سے جوتتی ہیں۔ تعمیرات کیلیۓ اینٹیں چھوڑنا، بنانا، بوجھ اٹھانا اور پتھر ڈھونا عورتوں کا کام ہے۔ سردی کے ایام کیلیۓ گھوم گھوم کر گوبر اور لکڑی کے ٹکڑے اور سوکھی جھاڑیاں جمع کر کے گھر لانا عورتوں کے ہی ذمہ

ہیں۔لداخی عورتیں تعلیم یافتہ ہوکر بھی سلائی بنائی کے کام میں لگتی رہتی ہیں اور گھریلو کام میں بھی کافی محنت کرتی ہیں۔

یہ وثوق سے کہا جاسکتا ہے اور تجربہ کی بات ہے کہ کشمیری عورتوں کی نسبت لداخی عورتوں کا صحت مند ہونا اس بات کی دلیل ہے کہ یہ زیادہ محنتی ہیں۔ناز ونخرے، فیشن پرستی اور رسومات بد میں کم حصہ لیتی ہیں۔اپنے روایتی لباس کو پہننے میں ترجیح دیتے ہیں، اکثر عورتیں لمبا کوٹ غنچہ پہنتی ہیں۔ جو چوغے کی شکل کا ہوتا ہے اور موسمی حالات کی وجہ سے یا تو کافی موٹا ہوتا ہے یا اونی۔سردیوں کے ایام میں پشمینہ اور اونی شال استعمال کرتی ہیں۔شادی کے وقت دلہن کو سر پر پیرکھ لگایا جاتا ہے۔اس سرپوش میں فیروزی اور باقی پتھر جڑے ہوتے ہیں اسکو یو کہتے ہیں اور پیرک کو کانوں کے ساتھ ژارو لگے ہوتے ہیں۔ بدن پر کوٹ لگایا جاتا ہے جو جامہ کی شکل کا ہوتا ہے اور برابر پاؤں کی ایڑیوں تک ہوتا ہے۔ٹانگوں میں اونی تنگ پاجامہ لگاتے ہیں۔

داہ ہنو کی عورتیں اپنے اپنے سر کی اوڑھنی پر پھول ٹانکتی ہیں اسطرح ان کی خوبصورتی اور زیادہ جھلکتی ہے۔جوان اور ادھیڑ عمر کی عورتیں سر پر اونچی ٹوپی لگاتی ہیں۔مختلف تقاریب پر یہی چوغہ اور یہی ٹوپی پہن کر یا پیرک لگا کر ناچتی گاتی ہیں مہمانوں کے استقبال کے وقت ہاتھوں میں سرتل کیتلی کے منہ پر کاغذی پھول اور کتھک کا ساتھ رکھنا یہاں کے رواج میں داخل ہے

لداخ میں پردے کا رواج مفقود ہے۔لیہہ کے بازار میں شاذ ونادر ہی کوئی مسلمان عورت کو برقعہ پہنے دیکھا جاسکتا ہے۔ کچھ مسلمان عورتیں سر پر اوڑھنی لگاتی ہیں۔مس اوشا شرما اپنی کتاب جو 2001ء میں شائع ہوئی ہے۔ Social Life of Jammu Kashmir and Ladakh میں یوں

رقمطراز ہے:

Women of Ladakh are equal partners in almost all walks of life. There is no pardah and they go about unveiled and run shops and work in fields

They are very good humoured and lively and healthy and robust. BY and large the Ladakhis are very happy comminity and are forid of merry- making. They have Passionate love for dancing and dance is essential feature of all festivals and religous ceremonies . They are very polite, gentle and hospitable. How ever they are also very supersititious.

لداخی عورت کی خوبصورتی بالوں سے جھلکتی ہے ان کے بال ریشمی اور ملائم ہوتے ہیں۔ کشمیری عورتوں کی نسبت ان کے بال لمبے ہوتے ہیں۔ اکثر عورتیں بالوں کو کترا کر چھوٹا کرتی ہیں۔ لمبے بال ہونے اور نہ جُڑ جانے کی وجہ سے آب و ہوا کے اثرات کے علاوہ بے فکر ہو کر جینا ہے۔ روزانہ بال دھونے کی عادت، پڑھی لکھی عورتوں میں ہے۔ پسماندہ دور افتادہ مقامات کی ان پڑھ عورتیں وہاں کے مردوں کی طرح صفائی کی طرف دھیان نہیں دیتی۔ میلی کچیلی رہنا اور بہت عرصے کے بعد نہانا لاعلمی کے ماحول، آب وہوا کی وجہ اور پانی کی کمی ہے۔ لداخی عورت ادویات کا استعمال شاز و نادر ہی کرتی ہے۔

ایک مضمون نگار بی پی شرما لکھتے ہیں:

Their hair do especially on a festive occasion

is very attractvie. The woman plait their hair in seven or more small tails, with which is mixed false hair of black wool to length on their foots. All tails and hair are united some way below the waist, and their tied together, a large tassel of black wool forming a finish at the bottom.

یہ ماضی کی بات ہے آج ایسے بال نہیں رکھتیں۔ البتہ دور دراز جگہوں پر آج بھی یہ رواج قائم ہے۔

زیرِ تعلیم لداخی لڑکیاں کافی قابل اور حساس بھی ہیں۔ مختلف پروگراموں خاص کر تعلیمی تقریبات میں لڑکیاں ہی زیادہ تر پروگراموں میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیتی ہیں۔ بحیثیت اناونسر لداخی زبان اور انگریزی میں ان کا بیان اور زبان کی فصاحت کافی اچھی ہے۔

لداخی اور انگریزی زبانوں میں ماہوار میگزین چھپتے ہیں جن میں عورتوں کے لکھے مضامین اور نظمیں بھی ملتی ہیں۔ ایک ایسا ہی رسالہ Children's Devachan میں ایک انگریزی poem ایک لڑکی ستزن انگمو نے لکھی ہے جو اسکے جذبات اور لداخی ماحول کی عکاسی کرتی ہے۔

How beautiful is land of Ladakhe place
How compasionate the people are
Different kinds of festivals
Different kinds of culture
How peacful is land of Ladakh

پچھلے تین سالوں کے دوران لداخ میں کئی فلمیں تیار کی گئیں۔لداخی زبان میں اس قسم کی فیچر فلموں کی نمائش لیہہ کے آڈٹوریم ہال میں کئی کئی ہفتوں تک ہوتی رہتی ہے۔ دسمبر 2004ء میں Del-wa فلم کے روزانہ تین شو چلے۔ان فلموں کو دیکھنے کیلئے لڑکیوں کی تعداد لڑکوں سے زیادہ ہوتی ہے۔اس فلم میں کام کرنے والی ہیرو ہیروین اور دیگر اداکار لداخی ہیں اور ساری شوٹنگ لداخ میں پچھلے سال ہوئی ہے۔فلم میں ہیرو کی نسبت ہیروئن کا رول بہتر لگتا ہے۔لداخ میں ناچ گانوں کے ویڈیو ٹیپ اور فلمیں دیکھنے کا چسکہ عورتوں میں زیادہ ہے۔

ضلع لیہہ کے کئی سکولوں میں لڑکیاں 60 سے 70 فیصد اور لڑکے 30 سے 40 فیصد زیر تعلیم ہیں۔ملک کے مختلف شہروں جموں چندی گڑھ، دہلی اور سرینگر کے تعلیمی اور ٹیکنیکی کالجوں میں زیر تعلیم و تربیت ہیں۔فوجی چھاونیوں میں ان پڑھ عورتیں جز وقتی اور کل وقتی طور کام کرتی ہے۔لداخ سکاوٹس جو ہند چین جنگ کے بعد معرض وجود میں لایا گیا میں بھی کافی عورتیں تعینات ہیں۔، کچھ لڑکیاں فوجی آفیسر بھی ہے۔عورتوں کے اسطرح روزگار کے وسائل نے لداخی گھرانوں میں کافی تبدیلی لائی ہے۔پہلے پہل آمدنی نہ ہونے کے برابر تھی۔اب روپے کی ریل پیل سے جو خوشحالی لداخ میں نظر آتی ہے۔اس میں عورت کا بڑا حصہ ہے۔کیونکہ لداخی عورت صرف گھریلو عورت ہی نہیں ہے بلکہ مردوں سے کہیں زیادہ بیرونی ماحول میں سرگرم عمل نظر آتی ہے۔لداخ کا ماحول ہی ایسا ہے کہ یہاں عورتوں کو غیر مردوں کے ساتھ آزادی سے کام کرنے گھومنے پھرنے اور میل جول بڑھانے پر کوئی سماجی

رکاوٹ نہیں ہے۔

لداخیوں کی شادی بیاہ کی رسومات عجیب وغریب ہیں اسکے لئے علحیدہ مضمون لکھ کر جانکاری دی جاسکتی ہے۔ البتہ یہاں اتنا ضرور لکھا جاتا ہے کہ لڑکی کے والدین کو جہیز کیلئے کوئی مانگ نہیں کی جاتی ہے بلکہ لڑکے کو ہی شادی کا کچھ خرچہ برداشت کرنا پڑتا ہے۔ لداخ کی شادیوں میں اتنا خرچہ نہیں ہوتا جتنا کہ بھارت کے شہروں قصبہ جات اور دیہات میں۔ ادھر شادی بیاہ اور دیگر رسومات میں عورتیں اسطرح فضول خرچی نہیں کرتیں جس طرح کہ کشمیری عورتوں کی عادت رہتی ہے۔ یہ کہنا بے جانہ ہوگا ہ لداخی عورتوں میں کفایت شعاری کا مادہ کوٹ کوٹ کر بھرا ہے۔

اس پہاڑی دیس میں رہائش پذیر عورتیں بلاوجہ غم نہیں کرتیں۔ پریشان نہیں ہوتیں اور نہ دوسروں کو بلاوجہ پریشان کرتی ہیں۔ ان کی صحت، توانائی اور جسمانی سیاحت نازک نہیں بلکہ ان میں کافی چستی پھرتی ہے۔ مگر کشمیری عورتوں کے ساتھ یہ خوبصورتی میں مقابلہ نہیں کرسکتیں۔ اگر چہ کچھ لداخی عورتوں میں صاف ستھرائی اور خوبصورتی جھلکتی ہے مگر ناک کا چپٹا پن اور قد کی کمی اس خوبصورتی کو کم کردیتی ہے۔ عام طور لداخی عورتوں کے چہرے گول اور پرخمار آنکھوں کی وجہ سے کشش جھلکتی ہے۔ ان عورتوں کے بال نہ جڑنے کی وجہ آب وہوا۔ بغیر ملاوٹ کے کھانے کی دستیابی اور ذہنی تناؤ سے آزادی ہے۔

لداخ میں Inter Religious Marriage یعنی بین الاازدواجی کا سلسلہ پہلے سے چالو ہے۔ اس وقت بھی دونوں اضلاع لیہہ اور کرگل میں ایسے گھرانے ملیں گے جو بودھ اور مسلمان تو ہیں مگر آپس میں رشتہ دار ہیں۔

ماضی قریب تک کچھ گھرانے ایسے تھے۔ جہاں میاں بیوی اپنے اپنے مذہب کے پیروکار تھے۔ مگر کچھ بودھ لڑکیاں تو اسلام قبول کر کے گذر بسر کرتی ہیں۔ لیہہ کے ایک کروڑ پتی مسلمان کی بیوی سے بات کرنے کے دوران اس نے یوں جواب دیا ''میں نے تیس برس پہلے اپنی مرضی سے اسلام قبول کر کے اپنے من پسند دوست سے شادی کی ہمارے دولڑکے اور ایک لڑکی ہے ایک تو لندن میں بغرض تعلیم وتربیت ہے اور لڑکی گزٹیڈ آفیسر بن چکی ہے۔

لیہہ کے آس پاس کچھ ایسے گھر تھے جہاں مختلف مذاہب کے ماننے والے اور اکٹھے رہتے تھے مثلاً مسلمان باپ، بودھی ماں لڑکا مسلمان بہو عیسائی۔ کہا تا جاہے کہ یہ رسم دو دھائی پہلے صرف کوکشو گاؤں میں تھا اب وہاں بھی ختم ہوگئی ہے لیہہ میں کئی ماڈرن گھرانے ایسے ہیں جن کو انگریزی تہذیب کی مکمل چھاپ پڑ چکی ہے۔ البتہ عیسائی بہو قبول کی جاتی ہے۔ ایسے گھرانے سارے لداخ میں ایک درجن سے کم ہونگے۔

ایک جگہ دورے کے دوران ایک لڑکی سے میرا تعارف ہوا تو اس نے بتایا میرا بھائی بنگلہ دیش میں رہ کر عیسائی بن گیا اور پھر میں نے یہی دھرم اختیار کیا ماتا پتا اصل میں بودھ دھرم کے ہیں۔ یہاں کے گرجا گھر کی یہی لڑکی دیکھ بھال کرتی ہے۔

پچھلی دو دہائیوں کے دوران غیر ملکی سیاحوں کی بے پناہ آمد سے لداخ کے ماحول میں ان کے میل جول کا گہرا دخل ہوا ہے۔ لداخی عورت کے طور طریقوں، لباس، چال ڈھال اور دیگر معاملات پر براہ راست اثر پڑا۔ تبّتی عورتوں کے چین اور ہندوستان کے کئی شہروں میں آنے جانے کی وجہ سے بھی لداخی عورتوں کے طور طریقوں پر اثر پڑا۔ لیہہ کے بازاروں میں شادی شدہ

عورتیں بھی کوٹ پتلون اور پک پہنتی نظر آتی ہیں۔ تعلیم کے پھلنے پھولنے سے بھی لداخی لڑکیوں میں کافی تبدیلی آئی ہے۔ روزگار کے اچھے مواقع ملنے کے بعد وہ شادی کی فکر کرتی ہیں۔ ایسے تعلیم یافتہ عورتیں پولنڈری (Polyandry) یا ایک عورت کے ایک سے زیادہ شوہر سے انکاری بن جاتی ہیں۔ اپنی من پسند کی شادی صرف ایک مرد سے کرنے کو ترجیح دیتی ہیں۔ پولنڈری کی رسم اب قریب قریب ختم ہوئی ہے۔

کچھ کہتے ہیں کہ مشترکہ بیوی بننے کے خوف سے عورتیں بکھشو بن جاتی ہیں۔ میرا خیال ہے زیادہ تر عورتیں پرچار سے متاثر ہو کر نُن Nun جاتی ہیں اور عمر بھر شادی نہ کرنے کو ترجیح دیتی ہیں۔ اس قسم کی عورتوں کو چموبھی کہتے ہیں۔ پرانے زمانے میں لاما اور چمو صرف گھمپا میں رہا کرتے تھے اور اکٹھے بیٹھتے تھے۔ اب سالوں سے انہیں علٰحیدہ علٰحیدہ نئی رہائش گاہیں اور سکول بنائے گئے ہیں۔ اب چمو کو اسی طرح ماں باپ کے گھر جانے کی اجازت ملتی ہے جسطرح کہ لاما کو۔ ان لاما اور چمو کو صرف مذہبی امورات کی ذمہ داری رہتی ہے۔ گھروں میں بچہ کے جنم، شادی، مرتی اور تہواروں پر بودھی رسومات کی ادائیگی ان کی ذمہ داری رہتی ہے۔ اگرچہ چموں کو لاماؤں سے دوسرا درجہ رہتا ہے۔ مگر لداخی عورتوں سے یہ عورتیں خاصا درجہ رکھتی ہیں۔ یہ کہنا بے جا نہ ہوگا تعلیم یافتہ لڑکیاں جو میٹرک کے بعد چمو بنتی ہیں کا طور طریقہ اور نفاست پسندی گھریلو عورتوں سے کافی بہتر نظر آتا ہے۔

22 دسمبر 2004

لداخی عورت سے متعلق دوسرا مضمون آئندہ چھپنے والی کتاب میں شامل کیا جائے گا۔ (مصنف)

وادی نیوما

لداخ کی ایک خوبصورت جگہ

لداخ کا خطہ ہندوستان میں اپنی منفرد جغرافیائی خدوخال، موسمی حالات اور رہن سہن کی وجہ سے علٰحیدہ حثیت رکھتا ہے۔ یہ دو ضلعوں لیہہ اور کرگل پر مشتمل ہے۔ ریاست کے کل رقبہ کے تقریباً 70% کے برابر ہے۔ ضلع لیہہ پورے ملک کے تمام اضلاع میں رقبہ کے لحاظ سے اول نمبر پر آتا ہے۔ نومبر سے مئی تک یہ خطہ تمام دنیا سے کٹ کے رہ جاتا ہے صرف ہوائی جہازوں سے اس کا رابطہ رہتا ہے۔ سرینگر زوجیلا اور منالی ٹنگلنگلا درے جاڑے کی سخت ٹھنڈ اور بھاری برف کی وجہ سے یہ دونوں سڑکیں بند ہو جاتی ہیں۔

لداخ اونچے ننگے پہاڑوں اور صحرائی پتھریلی وادیوں کی آماجگاہ ہے۔ اسے دُنیا کی چھت بھی کہتے ہیں۔ گھمپوں کا دیش اسے نام دیا گیا ہے۔ پہاڑوں اور اونچی جگہوں پر قدیم زمانے سے نئے گھمپا لداخ میں بودھ دھرم کے پھلنے پھولنے کا پتہ دیتے ہیں۔ بہت عرصہ تک لداخ میں سیاحوں کو پابندی لگ گئی۔ 27 سال ممنوعہ رہنے کے بعد 1974ء میں لداخ کو اگرچہ سیاحت کیلئے دوبارہ کھول دیا گیا۔ مگر اسکے کچھ علاقے ابھی تک اسلئے ممنوعہ ہیں کیونکہ ان کی سرحدیں پاکستان اور چین کے ساتھ ملتی ہیں۔ سب ڈویژن چنگ تھنگ

کا تقریباً سارا حصہ ممنوعہ ہے اسے شمال میدان بھی کہتے ہیں جو اپنے اندر بلند بالا پہاڑ، چھوٹی اور لمبی صحرائی وادیاں، کئی جھیل، دریائے سندھ، شیوک، انلے کے علاوہ کئی گلیشر نالے، ابلتے چشمے اور چراگاہیں سموئے ہوئے ہیں۔

اسی کے مناظر سے قدرت کے حسن و جمال کی عکاسی اس طرح ہوتی ہے کہ اللہ نے کس طرح اس دُور افتادہ دشوار گذار علاقے میں رنگیلے، نوکیلے، تہہ دار پہاڑ کھڑا کئے ہیں جو کہ دلفریب اور پرکشش لگتے ہیں۔

آج سے پچاس سال پہلے تک لداخ شمال مشرق و مغربی ایشیاء کے ممالک کیلئے ایک تجارتی مرکز تھا۔ یارقند سے لیہہ تک دنیا کا ایک سب سے لمبا تجارتی راستہ کی وجہ سے اسے Logest trade route of the world کا نام دیا گیا۔ سب ڈویژن چنگ تھنگ کا مرکز نیوما ہے جو ضلع لیہہ ہیڈکوارٹر سے جنوب مشرق کی طرف 182 کلومیٹر دوری پر واقع ہے۔ دمچوک سے آیا ہوا دریائے سندھ، نیوما کی صحرائی وادی کی آغوش سے مدہم چلتا ہے۔ اسی وادی میں کئی برس سے پیڑ پودے لگانے کا تجربہ زور شور سے جاری ہے۔ نیوما میں کئی پلانٹیشن نرسریاں اس کی خوبصورتی میں اور اضافی کرتی ہیں۔ جون سے ستمبر تک یہ نرسریاں پورے جوبن پر رہتی ہیں۔ ننگے رنگیلے پہاڑوں سے گری وادی نیوما میں ان سرسبز نرسریوں کی بدولت خشک موسم میں کسی حد تک خنکی پیدا ہوتی ہے۔

سطح سمندر سے 13900 فٹ اونچائی پر واقع نیوما کی جگہ ہمالیہ کوہسار سلسلے کی آغوش میں ایک خوبصورت اور ماڈرن ٹاون (Modern Town) کے روپ میں تبدیل ہو رہی ہے۔ اس سب ڈویژنل ہیڈ ہوارٹر پر پچھلے کئی سال سے جو تعمیر و ترقی کے کام ہوئے وہ ایک مثال ہے۔ اور یہ تبدیلی

سرحدی ترقیاتی رقومات واگذار ہونے سے ہی ممکن ہوسکی ہے۔

1998-99 سے نومبر 2004ء تک نیوما وادی میں کئی پروجیکٹوں بشمول ہیلی پیڈ، نیا ہسپتال کمپلکس، ہائر سکنڈری سکول کمپلکس، آرڈٹوریم ہال، کانفرس ہال، ایگریکلچر کمپلکس اور کئی دفاتر کی تعمیر اور ترقیاتی کاموں پر 15 کروڑ روپے صرف کئے گئے۔ جن میں سے بیشتر رقومات سرحدی ترقی الاٹمنٹ کا حصہ ہے۔ سرکل روڑ اور عمارت کی تعمیر سے نیوما کی خوبصورتی میں جدیدیت آگئی ہے۔

نیوما کی خوبصورت وادی میں ہاتھی نما چوٹی پر قدیم گھمپا اور اسکے ساتھ جڑے پتھروں کے قلعے کے آثار، گردونواح کے بلند قامت کوہسار کا سلسلہ، تہہ دار رنگیلی نوکیلی چوٹیاں، اور ڈھلوان جگہ پر بسا ہوا نیوما گاؤں دل کو لبھاتا ہے۔ وادی کے جنوبی جانب سرخ رنگ کی دو چوٹیاں نیوما کی قدیم زمانے سے ایک بڑی شناخت کے طور پر اُبھری ہیں۔ ان کی شکل وصورت عورت کے دو پستانوں جیسی ہے۔ اور لداخی زبان میں نیوما یا نوما کو پستان کہتے ہیں۔ کئی سرکاری دفاتر کی موجودگی سے یہاں کے لوگوں کیلئے اور سہولیات میسر ہیں۔ سب ڈویژنل مجسٹریٹ کا دفتر پورے چنگ تھنگ پر کنٹرول رکھتا ہے جبکہ روڑس اینڈ بلڈنگس، ہسپتال، تعلیم، شیپ ہسبنڈری، انفارمیشن، جنگلات، وائلڈ لائف اور دیگر محکمہ جات کے دفاتر بھی اپنے کام میں مصروف عمل ہیں۔



28 دسمبر 2004ء

ریاست جموں و کشمیر کے سب سے بڑے گاؤں چھچھوت (لداخ) کی اہمیت

ریاست جموں و کشمیر کا وسیع و عریض خط لداخ اپنے جغرافیائی خدوخال آب و ہوا، رہن سہن، زبان اور تمدن کے علاوہ دیگر امورات میں انفرادیت رکھنے کی وجہ سے دنیا میں مقبول ہے۔ بلند قامت ننگے کوہساروں اور ٹھنڈی صحرائی وادیوں کا یہ دیش اگرچہ کم آبادی کا ہے مگر خاموش پرسکون ماحول کی وجہ سے ملکی اور غیر ملکی مورخوں اور سیاحوں کیلئے دلچسپی اور کشش رکھتا ہے۔ سطح سمندر سے کافی بلندی اور بنجر زمین کے باعث یہاں پیداوار کافی کم ہے۔

لداخ کی کوئی نہ کوئی جگہ اپنی انفرادیت کی وجہ سے مشہور ہے۔ ان میں چھچھوت نام کا گاؤں بھی ہے۔ اسکی سب سے بڑی اہمیت یہ ہے۔ کہ پورے لداخ میں آبادی کے لحاظ سے سب سے بڑا گاؤں ہے۔ دریائے سندھ کے مغربی کنارے ستوک پہاڑی سلسلے کے دامن میں ڈھلوان پر پھیلا یہ گاؤں کافی وسیع و عریض ہے۔ جہاں چاروں طرف نیلے آکاش کو چھوتے پہاڑ ایک دلکش منظر پیش کرتے ہیں وہیں اسکے سامنے چغلم سر ایک چھوٹے شہر کی گہما گہمی بھی اسکی خوبصورتی کو بڑھاتا ہے۔ لیہہ سے اُپشی جانے والی سڑک پر

آٹھ کلو میٹر دور چغلم سر آتا ہے دائیں طرف مڑنے والی سڑک پر دریائے سندھ لگے پل کے پار سے چھچھوت شروع ہوتا ہے۔ جو مغرب جانب ٦ کلو میٹر ستوک پہاڑی تک لمبا ہے جبکہ شمال سے سپتک تک جنوب سے ستکنہ تک پھیلا ہوا ہے سپتک سے ستکنہ تک ۳۰ کلو میٹر دوری ہے اسطرح چھچھوت کا رقبہ ۱۸۰ مربع کلو میٹر ہے تین حصوں گوما، یوگما اور شما کا یہ گاؤں ریاست جموں وکشمیر میں رقبہ کے لحاظ سے اول نمبر پر ہے۔ اس گاؤں کی کل آبادی اندازاً ۲۰ ہزار نفوس ہے جو ضلع لیہہ کے ایک بلاک کی آبادی سے کہیں زیادہ ہے۔ گاؤں کی نگرانی کیلئے تین گوبا (نمبر دار) ہیں۔ آدھی سے کم آبادی بودھی دھرم کے پیروکار ہیں، اور نصف سے زیادہ آبادی مسلمانوں کی ہے۔ تین گھمپاؤں کے علاوہ ۲ امام باڑے اور ١٦ مساجد والا یہ گاؤں پورے ہندوستان میں رقبے کے لحاظ سے سب سے بڑے گاؤں شمار کیا جاتا ہے جبکہ پورے لداخ میں آبادی میں بڑا گاؤں مانا جاتا ہے۔ دونوں بودھ اور مسلمان گھرانے آپس میں امن و برادری، محبت اور بھائی چارہ کیساتھ گزربسر کرتے ہیں۔ چھچھوت کے لوگوں میں خوش اخلاقی، زندہ دلی اور نفاست پسندی پائی جاتی ہے۔ ایک دوسرے کو عزت واحترام کرنا اور مہمان نوازی ان کی عادت ہے۔

چھچھوت کے باشندے روایات، رسومات، فن تعمیر اور دیگر معاملات میں لداخی معاشرے سے جڑے ہوئے ہیں۔ ان کی زبان لداخی ہے مگر کچھ بلتی اور اردو زبان بھی گھروں میں بولتے ہیں۔ یہ لوگ منگولیائی نسل کے ہیں کچھ بلتی، دردی اور بوٹہ نسلوں سے بھی تعلق رکھتے ہیں۔

چھچھوت گاؤں کے نام پڑنے کے متعلق یوں روایت ہیں۔ کہ قدیم

زمانے میں یہ علاقہ ایک جھیل تھا۔ اسکے بعد ادھر سے پانی خارج ہوکر دریائے سندھ میں چلا گیا۔ یہی وجہ ہے کہ اس علاقے کی زمین زرخیز ہے۔ چھچھوت کے معنی لداخی میں یوں ہے پانی کا وسیلہ ختم ہوا یعنی Water resource as ended the water چھوہ کا مطلب ہے پانی اور چھوت کا وسیلہ ختم ہوا۔

کہا جاتا ہے کہ بلتستان سے گذرنے والے دریائے شیوک میں جب سیلاب آیا جس نے وہاں کافی تباہی مچائی تب سینکڑوں برس پہلے وہاں سے کچھ بلتی گھرانے ہجرت کر کے لیہہ آگئے پھر چھچھوت کی خالی زمین میں آباد ہوگئے چھچھوت کے اکثر گھرانے دور دور بستے ہیں مکانات کے سامنے کھلے صحن، ساگ سبزیوں کی کیاریاں یا باغیچے اور آس پاس کافی زرعی زمین نظر آتی ہے۔ یاکوں اور زوموگائے کو زمین جتائی۔ کے کام میں لایا ہے۔

اپشی ایگو کی جگہ دریائے سندھ سے آبپاشی کی ایک نہر نکالی گئی ہے۔ چھچھوت سے لیکر پھوہوسپتک تک دریائے سندھ کے کنارے پانی کے وسائل اور ستوک پہاڑی گلیشروں سے آیا ہوا پانی پیداوار کو سیراب کرتا ہے۔ باجرہ، گندم، آلو، مٹر اور سبزیوں کی کاشت چھچھوت میں بڑے پیمانے پر ہوتی ہے۔ یہ پیداوار گاؤں کی گنجان آبادی کیلئے نہ صرف ضروریات پورا کرتی ہے بلکہ لیہہ بازار بھی سبزیوں کو بھیجا جاتا ہے۔ روزانہ ایک ہزار لیٹر دودھ کی مقدار لیہہ کے بازاروں کو سپلائی کئے جانے سے گاؤں کی آمدن میں اضافہ ہوا ہے۔

مقامی نسل کے علاوہ مخلوط نسل کی گائیوں کی تعداد بڑھ جانے سے دودھ کی پیداوار میں اور اضافہ ہونا یقینی ہے۔ پہاڑی دامن کی چراگاہوں میں

یاکوں کے علاوہ بھیڑ بکریوں کے ریوڑ گھومتے چرتے نظر آتے ہیں۔اس گاؤں کی یہ بھی خصوصیت ہے کہ جھاڑی نما پودے Scaba thrown جن کو چھاسٹالو کہتے ہیں جا بجا ملتے ہیں۔ فیلڈ ریسیرچ لیبارٹری FRL لیہہ نے اسکو متعارف کرایا اسکے بعد یہ بات کھل کر سامنے آگئی کہ ان جھاڑی پودوں پر اگے چھوٹے پھلوں میں وٹامن موجو ہے۔ پھر ان پھلوں سے جوس و جام تیار کیا جانے لگا اور پتوں سے واسنیل بنانے کا تجربہ بھی کارآمد ہوا اسطرح یہ ایک گھریلو صنعت بن گئی جسکی بدولت یہ آمدن کا ایک وسیلہ ہوا

چھچھوت کے لوگ جہاں کافی محنتی ہیں اور اپنے کام کاج اور کاروبار میں مشغول رہتے ہیں وہیں یہ تفریح شوق کھیل کود میں بھی دلچسپی لیتے ہیں۔ یہاں کے طلباء و طالبات نے کئی تعلیمی اور کھیل کود پروگراموں میں امتیازی پوزیشن حاصل کی ہیں۔ مختلف تہواروں اور تقریبارت پر اکٹھے جمع ہونا لداخی ماحول کا حصہ ہے اسی طرح لوسر میلے کی تقریبات چھچھوت میں خاص روایات اور دلچسپی سے منائی جاتی ہیں۔

یہ کہنا بے جانہ ہوگا کہ سرکاری ملازمت آمدنی کا بڑا وسیلہ ہے اور اسی آمدن سے یہ کافی ترقی کرنے لگا ہے۔ ایک اندازے کے مطابق چھچھوت میں ۵۰۰ چھوٹے بڑے سرکاری ملازمین و آفیسران ہیں جو پورے لداخ کے ہر بلاک اور ہر محکمے میں نظر آتے ہیں کچھ آفیسران و ملازمین سرینگر کے کئی دفاتر میں بھی معمور ہیں تعلیمی شعبے میں چھچھوت آگے ہے اور یہاں شرح خواندگی ۵۰ فیصد پہنچ ہوگئی ہے۔ یہاں حکومت نے آٹھ سکول کھولے ہیں جن میں ایک ہائر سکنڈری، ایک ہائی، تین مڈل اور تین پرائمری سکول شامل ہیں۔ اسکے علاوہ پرائیویٹ سطح پر ایک اسلامی مشن امامیہ ہائی سکول اور انگلش

میڈیم سینٹ پیٹر ہائی سکول بھی سرگرم عمل ہیں۔

لوگوں کو علاج و معالجہ بہم رکھنے کیلئے پرایمری ہیلتھ سینٹر اور دو میڈیکل ایڈ سینٹر کام کرتے ہیں۔ مویشوں اور بھیڑ بکریوں کی پرداخت کیلئے ۶ مراکز کھولے گئے ہیں۔ جہاں وسیع و عریض جگہ پر ایک زرعی فارم قائم کیا گیا ہے۔ وہیں گھوڑوں اور اونٹوں کی پرداخت کیلئے دو فارم بھی نظر آتے ہیں۔

چھچھوت کے زرخیز رقبے سے اور پیداوار بڑھانے کیلئے آبپاشی کے زرائع کو وسعت دینے کیلئے حکومت توجہ مرکوز کی ہوئی ہے۔ ستکنہ سے آگے جارہی ۴۴ کلو میٹر لمبی اس اری گیشن نہر پر مجموعی طور ۴۹ کروڑ روپئے صرف کئے جارہے ہیں۔ چھچھوت کی آغوش میں پھیلے ۱۲ ہزار ایکٹر رقبے کو اسی پروجیکٹ کی بدولت سیراب کیا جائے گا۔ اس کیلئے کوششیں جاری ہیں اسکے علاوہ اسی اریگیشن کنال پر ۳ میگاواٹ کا ایک پاور پروجیکٹ تکمیل ہوا ہے جس پر ۳۴ کروڑ ۸۲ لاکھ روپے صرف کئے جاچکے ہیں۔

حکومت جموں و کشمیر ضلع لیہہ کے اس مشہور و مقبول علاقے کی تعمیر وترقی اور فلاحی و بہبود کی توجہ کیلئے کافی کوشاں ہے جو کافی اہمیت کا حامل ہے۔

حمید اللہ حمید

(چھچوت لیہہ) 17 جنوری 2005ء

اپنے ہم منصب حسن علی کا شکریہ، جنہوں نے چھچھوت میں میرے قیام کے دوران کچھ معاملات میں جانکاری دی (مصنّف)

☆☆☆

لداخ تصاویر کے آئینے میں

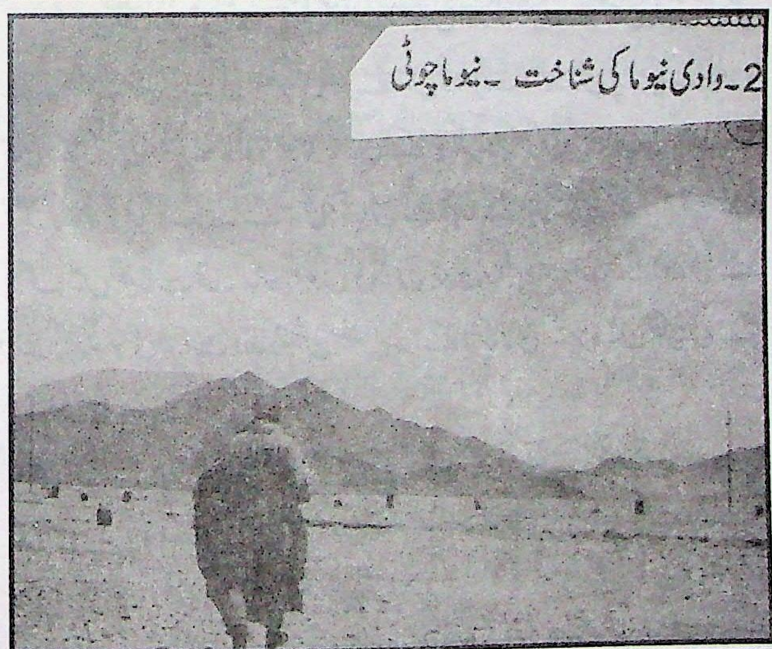
قدرت نے لداخ کو رنگ برنگے پہاڑوں اور صحرائی وادیوں سے مالا مال کیا ہے۔ نیلے آکاش تلے ننگے تہہ دار پہاڑ، چوٹیوں پر قدیم گھمپا، پرخطر راستوں پر تعمیر کی گئی سڑکیں اور دیگر پروجیکٹ یہاں ملکی اور غیر ملکی سیاحوں کی دلچسپی بڑھا رہے ہیں دنیا کی چھت پر واقع لداخ میں پچھلے تین سال کے عرصے میں غیر ملکی سیاحوں کی تعداد کافی بڑھنے لگی ہے۔ مختلف لداخی تہواروں اور سندھو درشن میلے پر ہزاروں شائقین جمع ہوتے ہیں۔

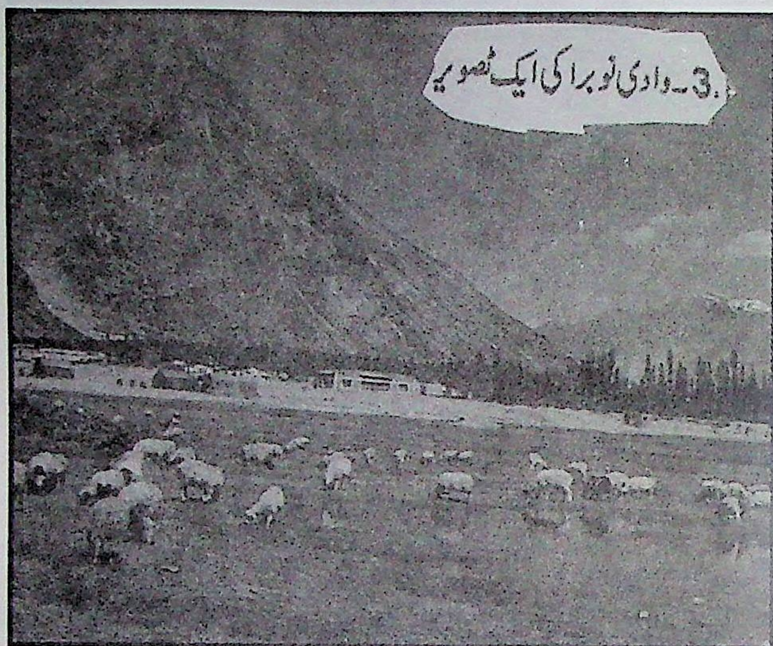
ان تصاویر میں لداخ کی مختلف جگہوں اور تقاریب کی عکس بندی کی گئی ہے۔ مختلف تقاریب کی منظر کشی کرنے میں زھرنگ انگدوس پروجیکٹ کیمرہ مین انفارمیشن دفتر نیوما اور نیوما گاؤں کے سوشل ورکر گونبو ٹھسٹپ کا ہاتھ ہے جبکہ کچھ فوٹو فیانگ لیہہ کے تاشی نمگیال نے اٹھائے ہیں۔ جو محکمہ کواپریٹیو نیوما بلاک میں تعینات تھا۔ کچھ جگہوں کی عکس بندی راقم الحروف نے خود کی ہے جبکہ کچھ فوٹو ڈسٹرکٹ انفارمیشن سنٹر لیہہ کے انچارج کیمرہ میں نمگیال نے فراہم کئے ہیں۔

ان تصاویر میں ہر تصویر کے نیچے متعلقہ جگہ اور تقریب کا متن بھی درج کیا گیا ہے۔ (مصنف)




1۔ وادی نیوما کا شمالی مشرقی حصہ

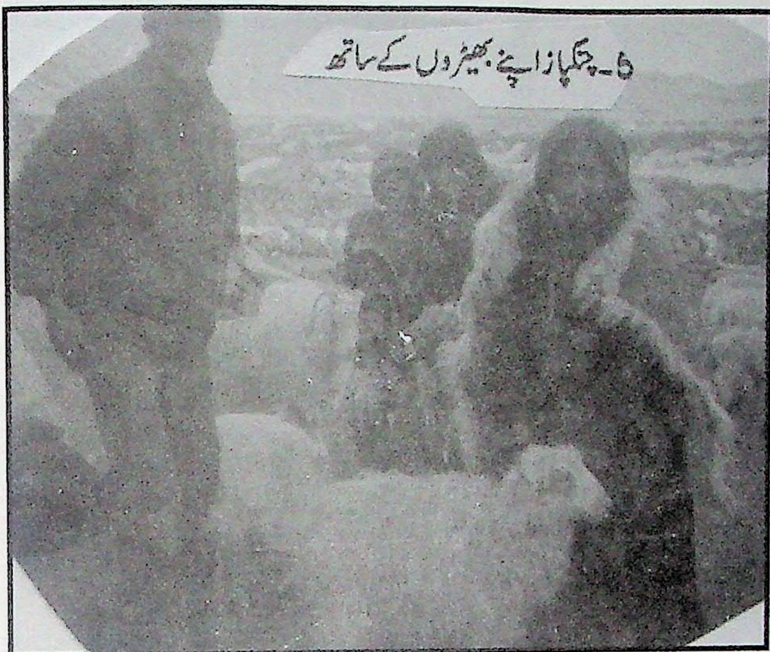

2۔ وادی نیوما کی شناخت۔ نیوما چوٹی



3۔ وادی نوبرا کی ایک تصویر



4۔ چنگ تھنگ کی ایک چراگاہ



5۔ چنگپا زا اپنے بھیڑوں کے ساتھ



6۔ لیہہ میں کوشک بکولا کی آمد پر استقبالیہ



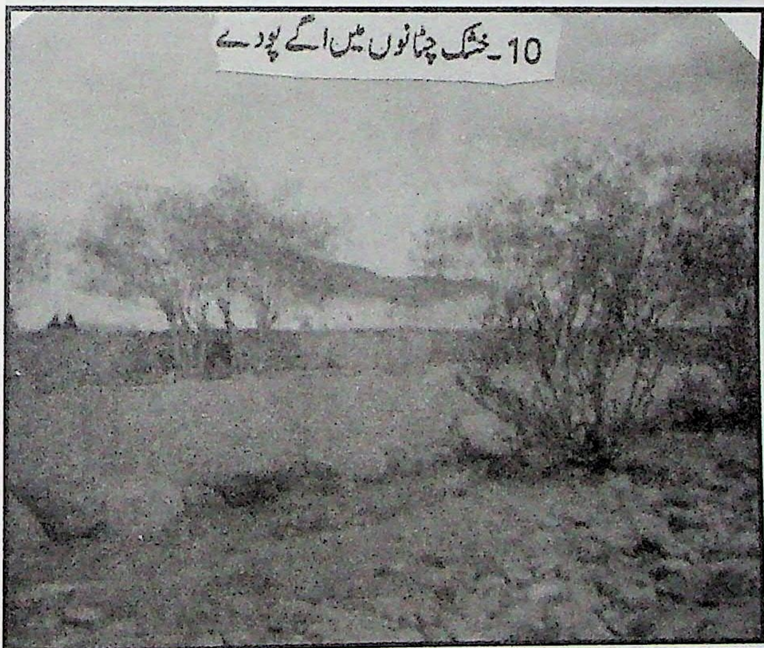
7۔ لکچے (بلاک نیوما) میں لہلہاتے کھیت



8۔ وادی نیوما کا جنوب مغربی حصہ



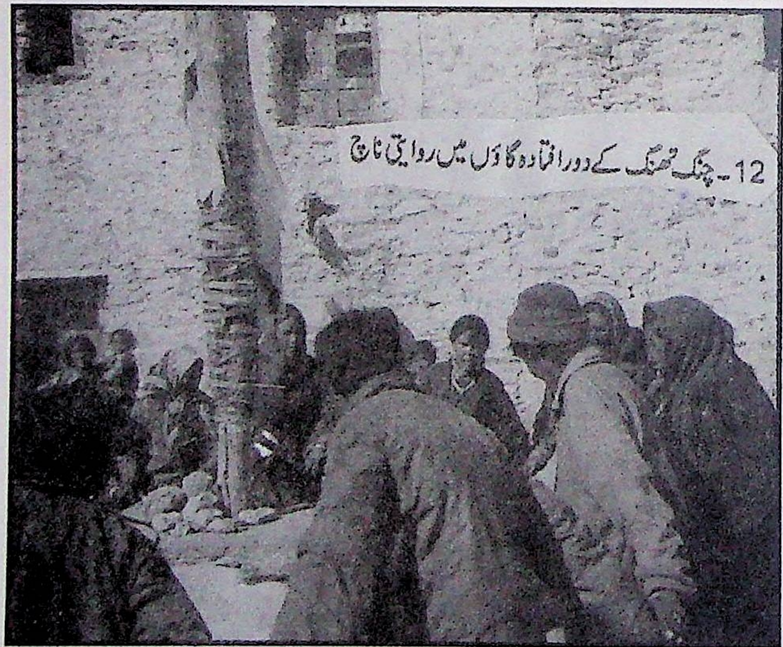
9۔ چنگ تھنگ سے گذرنی والی جنرل سڑک



10۔ خشک چٹانوں میں اگے پودے



۱۱۔ انلے میں ایک لداخی پروگرام



12۔ چنگ تھنگ کے دور افتادہ گاؤں میں روایتی ناچ



13۔ لداخی کی لمبی اور کھلی چراگاہ۔ سکاک جونگ



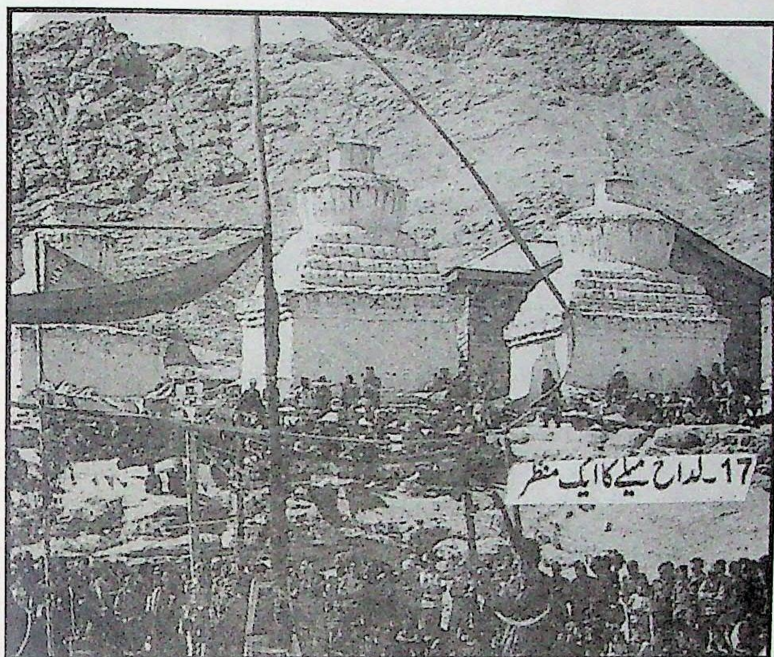
14۔ وادی ڈونگلٹی



15- لیہہ شہر کا ایک منظر



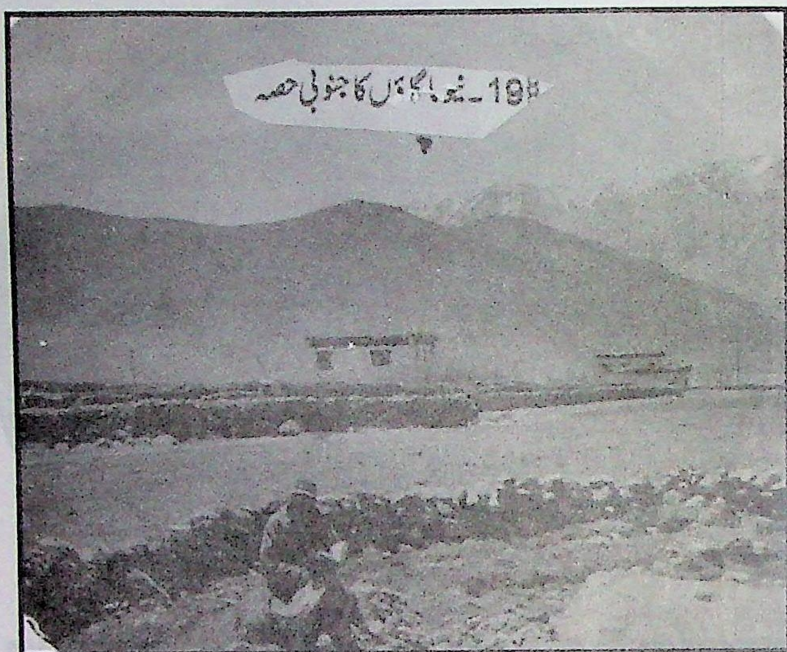
16- لیہہ میں ایک روایتی میل جول



17۔ لداخ میلے کا ایک منظر



18۔ جامع مسجد کا بیرونی دروازہ

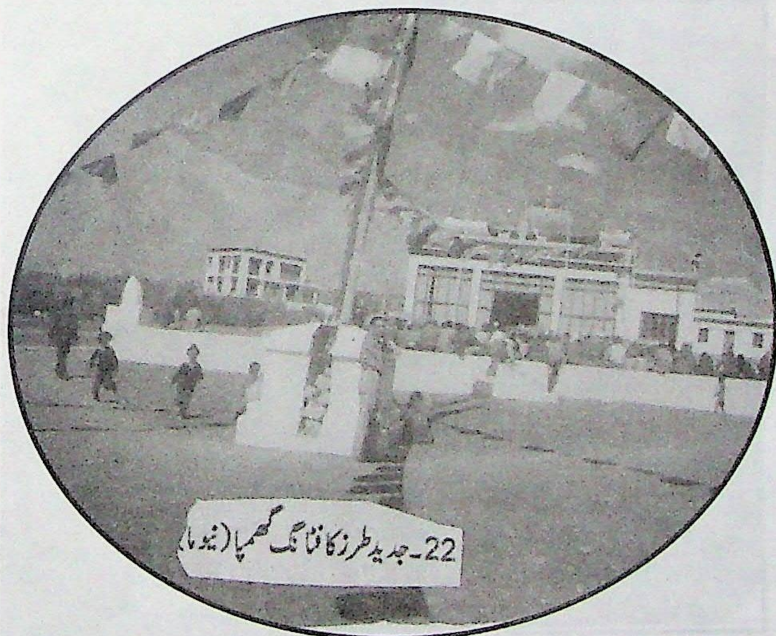


19۔ نیوما گاؤں کا جنوبی حصہ



20۔ 2002ء میں نیوما میں ایک تعلیمی تقریب

21۔ نیوما میں منعقدہ ایک تقریب پر ناظرین



22۔ جدید طرز کا فانگ گھمپا (نیوما)



23۔ صنم لنڈوپ SDM کی نیوما میں الوداعی تقریب

(اگست 2003ء)



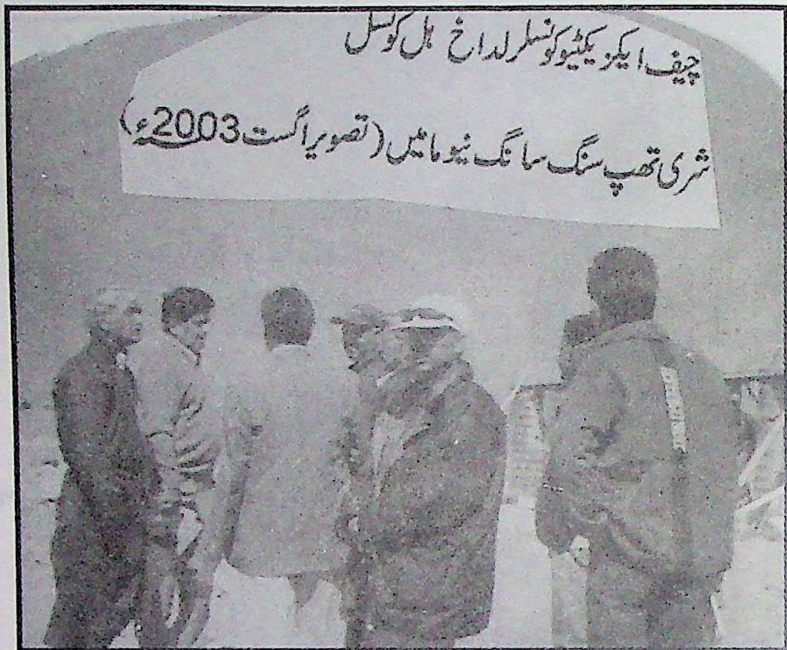
24۔ ہاتھی نما چوٹی کے دامن سے گزرنی والی سڑک



25۔ علی رضا SDM نیوما میں خطاب کرتے ہوئے



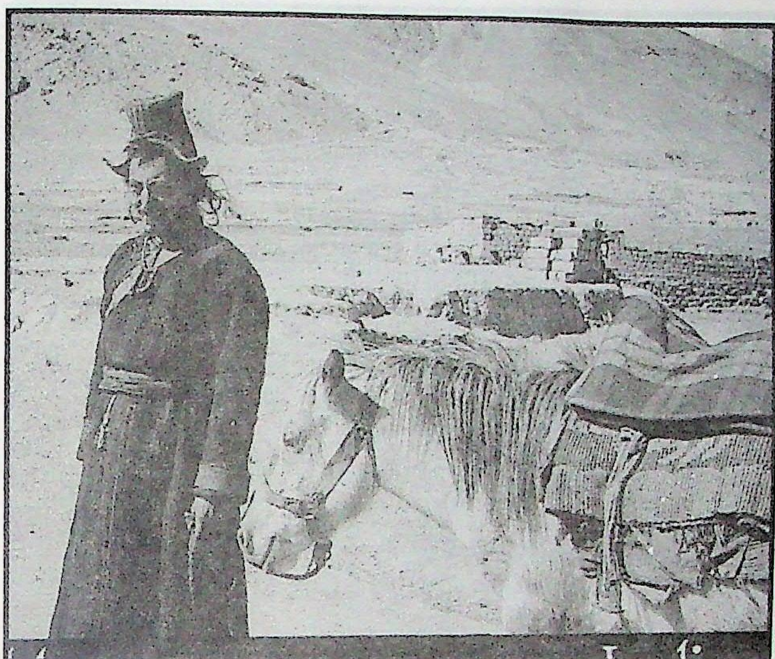
26۔ نیوما کے شمال میں نوہ چی سے درہ



چیف ایگزیکٹیو کونسلر لداخ ہل کونسل
شری تھپ سنگ سمانگ نیوما میں (تصویر اگست 2003ء)



نیما
میں ایک تقریب پر
تبتی ناچ





قوالی

از میر غلام رسول نازکی

غلط فہمی ہوئی ہے چین کے چنگیز خانوں کو
بہ زعم خویش للکارا ہے بھارت کے جوانوں کو
اگر اس کی خبر پہنچے وطن کے پاسبانوں کو
ہمارے ہاتھ ہوں گے اور انکی شہہ رگیں ہونگی
بتادو چین کے ظالم ہوس کاروں کو باز آئیں
بھلا چاہیں جہاں چل پڑے تھے لوٹ کر جائیں
اگر وہ ضد پہ آئیں شعلے بدامنی کے بھڑکائیں
ہمارے ہاتھ ہوں گے اور انکی شہہ رگیں ہونگی
ہمارے نوجوانوں نے قسم کھائی ہے بھارت کی
صداقت کی اور شرافت کی تقدس اور بھارت کی

اگر چینی ہوس رانوں نے پھر ہم سے شرارت کی
ہمارے ہاتھ ہوں گے اور انکی شہہ رگیں ہونگی

☆☆☆

بشکریہ وطن کی پکار (قومی گیتوں کا مجموعہ) مرتبہ محمد یوسف ٹینگ
شائع جموں اینڈ کشمیر اکاڈمی آف آرٹس کلچر لنگویجز سرینگر درسال 1964ء

چینی افواج نے نیفا اور لداخ میں ایک ہی وقت اچانک حملہ کیا اس سے ہندوستان کے رہنماؤں اور عوام کو کافی ٹھیس پہنچی دھوکے بازی میں چین نے لداخ کے شمالی مشرقی حصے کا بہت سارا علاقہ جو چنگ تھنگ پر مشتمل ہے ہڑپ لیا اس جنگ کے پس منظر میں ملک کے کئی شعراء نے اردو نظمیں لکھی، وطن کی پکار پمفلٹ نما کتاب میں شائع کشمیر کے ایک مقبول دانشور اور شاعر میر غلام رسول نازکی قوالی اس کتاب میں شامل کرنا مناسب سمجھا۔

مصنف

18 ستمبر 2005ء

☆☆☆

ضلع کرگل کے متعلق مختصر جانکاری

(از عبدالرشید پنگلنہ پلوامہ

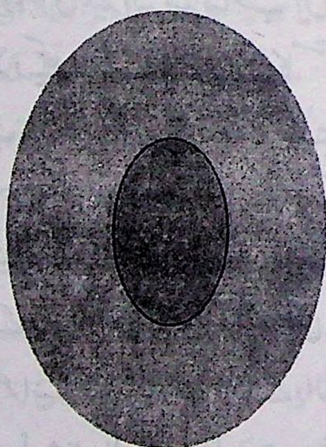
کبھی لداخ چار ضلعوں پر مشتمل تھا۔ ضلع لیہہ، کرگل، اسکردو اور گلگت ۔مگر اسکردو اور گلگت 1947ء سے پاکستان کے زیر قبضہ ہیں ۔ضلع کرگل جو کہ متحدہ لداخ کا ایک تحصیل تھا کو 1979ء میں ضلعی درجہ دیا گیا۔ اس ضلعے کا رقبہ 14036 مربع کلو میٹر ہے۔ 2001ء کی مردم شماری کے مطابق ضلع کی آبادی 115227 نفوس تھی۔ جن میں مردوں کی تعداد 60629 اور عورتوں کی تعداد 54598 تھی۔ اسطرح ضلعے میں فی کلو میٹر آبادی کا تناسب آٹھ نفوس ہے۔ دو تحصیلوں کرگل اور زانسکار پر مشتمل یہ ضلع کافی اہمیت کا حامل ہے۔ سات بلاکوں: کرگل، دراس، مالنسرو، زانسکار، شرگول، شکر چکتن اور سانکو کی علٰحیدہ علٰحیدہ اہمیت وخصوصیت ہے۔ گوکہ کرگل بلاک میں خوبانی کی زیادہ پیداوار ہوتی ہے جب کہ مالنسرو کی پہاڑوں پر سلاجیت پائی جاتی ہے، برف پوش پہاڑوں سے ڈھکا زانسکار خوبصورت

وادیوں پر مشتمل ہے۔ غیر ملکی سیاحوں کا کافی آنا جانا رہتا ہے۔ پورے زانسکار میں اس کے صدر مقام پدم میں جامع مسجد فنِ تعمیر کا ایک بہترین نمونہ ہے۔ شرگول جو کہ کرگل لیہہ سڑک پر واقع ہے کے اونچے پہاڑوں پر جنگلی جانوروں کا راج ہے۔ اور وادیوں میں بید اور سفیدہ کے بے شمار درخت پائے جاتے ہیں۔ شکر چکتن میں آریائی نسل کے لوگ پائے جاتے ہیں جو کافی خوبصورت ہیں۔ سانکو بلاک آب وہوا اور خوبصورتی کے لحاظ سے کشمیر سے ملتا جلتا ہے۔ اس سے کرگل کے درمیان ایک پہاڑ ہاتھی ماتا نام سے مشہور ہے۔ اس جگہ لمبی چوڑی گھمپا ہے جس کے اندر 200 اشخاص بیک وقت ٹھہر سکتے ہیں اس کے پہاڑی سلسلے کے گردونواح انمول مصالحہ زیرہ نکلتا ہے اور اسی علاقے میں زہر مہر پتھر کے آثار بھی پاتے جاتے ہیں۔ کہا جاتا ہے کہ حضرت امیر کبیر میر سید علی ہمدانیؒ نے کبھی اس راستے سے سفر کیا ہے جب وہ کشمیر میں تشریف آور ہوئے تو کرگل سے آگے ایک گاؤں میں مسجد تعمیر کرائی، مقامی بزرگوں کا کہنا ہے کہ اس مسجد کی نشاندہی جب امیر کبیر نے دی تو اگلی صبح مسجد شریف خود بخود تعمیر ہو چکی تھی اس قسم کی دوسری مسجد بارو دوزنگو میں تعمیر ہوئی۔ دراس کی وادی کافی لمبی چوڑی ہے۔ دنیا میں سائیبر یا کے بعد دراس سرد ترین جگہ ہے۔ اونچے پہاڑوں سے گھیری مشکو وادی ٹائگر ہل کے دامن میں واقع ہے اور ایک میدان کی صورت میں سجی سجائی معلوم ہوتی ہے۔ زوجیلا سے لیکر دراس تک کافی برف بھاری کی وجہ سے سرینگر کرگل، لیہہ سڑک نومبر سے مئی تک بند ہو جاتی ہے۔ قصبہ کرگل سرینگر لیہہ سڑک پر اہم پڑاؤ کی حیثیت رکھتا ہے اور تاریخی اہمیت کی حامل یہ جگہ لیہہ سرینگر اسکردو اور زانسکار سے برابر فاصلے پر واقع ہے۔

1947ء سے پہلے متحدہ لداخ کی گرمائی راجدھانی لیہہ اور سرمائی راجدھانی اسکردو تھا تب راجاؤں کا آنا جانا کرگل سے ہوا کرتا اور یہ جگہ بلتستان اور لیہہ کے درمیان اہم خاص پڑاؤ کی حیثیت رکھتا ہے۔ دریائے سورو کے دونوں کناروں پر آباد قصبہ کرگل تاریخی اہمیت کا حامل ہے، یہاں کی 99 فیصدی آبادی مسلمان ہے۔ اس قصبہ کے متصل ایک گاؤں میں ایک مسجد شریف ہے جو قدیم زمانے میں پتھروں سے بنی ہوئی تھی اور آج بھی موجود ہے۔



عبدالرشید بٹ بحیثیت اکاونٹس اسسٹنٹ ایجوکیشن آفس کرگل میں 2002 سے دو سال تعینات رہے۔



حمید اللہ حمید

ایک سچے اور خوددار قلمکار

(از ماسٹر رتن کول)

یہ ایک مسلمہ حقیقت ہے کہ ہر شخص کی اپنی علحیدہ شناخت ہوا کرتی ہے اور اسکی شخصیت مختلف مراحل سے گزر کر تجربات حاصل کر کے اپنے خاص پہچان بنا لیتی ہے۔ اسکی قابلیت محنت اور بہتر کردار کی ملاوٹ ہی اسکی شخصیت رنگ لاتی ہے۔

ایک ایسی شخصیت جس نے لداخ میں مقبولیت حاصل کر کے اپنی علحیدہ شناخت حاصل کر لی وہ شری حمید اللہ حمید صاحب ہیں۔ جس نے اپنی زندگی میں کافی نشیب و فراز دیکھے اور اب کی مرتبہ اس کا مستقبل درخشندہ نظر آ رہا ہے۔ گوکہ حمید صاحب نے ورثے میں علم و ادب پایا ہے۔

شری حمید صاحب کشمیر وادی میں پلوامہ قصبہ کے آس پاس سے تعلق رکھتے ہیں۔ ان کا خاندان گوکہ مڈل کلاس ہے مگر ان کے والد بزرگوار غلام نبی ظہور کشمیری زبان کے ایک نامور شاعر گزرے ہیں۔ اسطرح حمید صاحب نے بچپن سے ہی شاعرانہ ماحول پایا جب ان کے والد کی وفات ہوئی تو اس فرزندار جمند کی عمر تقریباً ۲۵ سال تھی۔ اگرچہ حمید اللہ کو لڑکپن سے ہی بہت سارے مسائل اور مشکلات کا سامنا کرنا پڑا مگر اپنی ذہانت اور محنت سے ان پر قابو پالیا آسان طریقے سے۔

اگر چہ حمید اللہ حمید اپنے کالج کی تعلیم کو آگے جاری نہ رکھ سکے انہوں نے محکمہ انفارمیشن میں ضلع اننت ناگ کے ہیڈ کوارٹر پر جوائن کیا۔ انہوں نے اسی دوران مختلف سٹیج ڈراموں اور ریڈیو پروگراموں میں شرکت کی اس کے علاوہ اخبارات میں تبصرے لکھنے لگے۔ اپنے والد بزرگوار کے انتقال کے کچھ سال بعد انہوں نے کشمیری شعری مجموعہ "پاٹِ وَردَن" کے نام سے شائع کیا جو کہ ان کے جہاندیدہ والد صاحب کا انمول قلمی سرمایہ تھا۔ یہ کتاب ادبی حلقوں میں ایک پہچان اور مقبولیت کا سبب بن گئی۔

اپنی دیانتداری اور خوش اسلوبی سے سرکاری کام انجام دیتے ہوئے وہ تحصیل انفارمیشن آفیسر کے عہدے تک پہنچ گئے ان دنوں وہ لداخ خطے کے نیوما سب ڈویژن میں تعینات ہیں۔ وہ سدا بہار قلمکار ہیں دو سال سے ان کے لداخ کے متعلق کئی آرٹیکل سرینگر کے اخبارات میں شائع ہوتے آرہے ہیں۔ انہوں نے سب ڈویژن چنگ تھنگ کی Topography جغرافیائی خدوخال ہسٹری اور لوک ادب کے علاوہ اقتصادی ترقی کے متعلق کئی مضامین لکھ ڈالے۔ اگر چہ وہ شاعر نہیں ہے مگر شاعری کا ذوق وشوق انہیں لداخ میں راس آیا۔ ان کی اردو شاعری یہاں محفلوں میں مقبول ہوئی۔ قدرتی مناظر وطنی شاعری اور رومانوی غزلیات ان کی قلمکاری کا حصہ بن گئیں۔ ان کی رومانوی شاعری جو کہ فلمی شاعری لگتی ہے کی مقبولیت ہونے کے آثار نظر آتے ہیں اگر اس طرف ان کی مکمل توجہ رہے اسی سال انہیں انٹرنیشنل ایسوسی ایشن آف لداخ سٹیڈیز کا ممبر بھی نامزد کیا گیا۔

جناب حمید صاحب ایک نرم دل اور باخلوص شخصیت ہیں۔ اگر چہ ان کے مزاج میں کبھی تندی نظر آتی ہے اور شاید یہ ان کو بچپن سے ملے ہوئے ماحول

کی وجہ سے ہوا۔ مگر پھر بھی نیک صفت اور پاک دامن ہیں۔ ان کے ارادے مضبوط ہیں اور حاضر جواب ہونا ان کی عادت۔ یہی وجہ ہے کہ لداخ خطے کے دور دراز علاقے چنگ تھانگ میں ہر دل عزیز اور مقبول عام ہوئے ہیں۔ اپنے فرائض سرانجام دینے میں کسی قسم کی کوتاہی برداشت نہیں کرتے ہیں۔ سادگی اور نفاست ان میں کوٹ کوٹ کر بھری ہوئی ہے۔ محبت اور عشق کا جذبہ رگ رگ میں سمایا ہوا ہے اور ان کی شاعری میں ان دونوں چیزوں کی چھاپ نظر آتی ہے۔ ان کی تحریروں سے اندازہ ہوتا ہے کہ ان کو اپنے وطن کے ساتھ کیسا لگاؤ ہے۔ بعض اوقات وہ کسی ذہنی دباؤ کے شکار ہو جاتے ہیں اور اسی دباؤ کے تحت اپنی تحریریں قلمبند کرتے ہیں شاید اپنے سماج قوم یا حکومت کے کسی فیصلے کی وجہ سے ایسا ہوا ہے۔ بہر حال حمید صاحب کی زندگی کے تمام پہلوؤں پر نظر ڈالنے سے اندازہ ہوتا ہے کہ وہ مجموعی طور ایک سچے قسم کا ایماندار اور فرض شناس آفیسر ہونے کے ساتھ ساتھ ایک نیک نیت اور اچھے اوصاف کے مالک ہیں۔

ماسٹر رتن لال کول

حال مقیم نیوما (لداخ) ستمبر 2003ء

☆☆☆

لداخ کے متعلق حمید اللہ حمید نے اردو میں بے شمار مضامین لکھے ہیں۔ اپریل 2002ء سے دورہ افتادہ چنگ تھنگ میں ایک سرکاری آفیسر کی حثیت سے تعینات ہیں۔ وادی کشمیر سے تعلق رکھنے والے اس ادیب کی خاصی پہچان ہے۔ لداخ میں قیام کے دوران تاریخی، جغرافیائی خدوخال، تہذیب معاشرہ اور دیگر معاملات کے متعلق انہوں نے جو جانکاری سرینگر کے اخبارات کے ذریعے فراہم کی وہ قابل ستائش ہے۔ مسٹر حمید انٹرنیشنل ایسوسی ایشن لداخ سٹیڈیز کے ممبر بھی ہیں نے اس پہاڑی دیش میں منعقدہ کئی تقاریب پر لداخ کے مختلف موضوعات کے متعلق اردو، ہندی اور انگریزی میں لیکچر بھی دئے ہیں۔ ان کا مستقبل بحثیت قلمکار تابناک آتا ہے۔ ان کی حوصلہ افزائی کی ضرورت ہے۔ (ماسٹر مہاراج اشوک)

لداخ کے متعلق مصنف کے شائع اور نشر شدہ مضامین و مکتوبات

۱ جیسا دیس ویسا بھیس (خط و نظم)

جولائی 2002ء روزنامہ سرینگر ٹائمز

۲ آزاد نظم

مئی 2002ء ہفتہ روزہ خبر و نظر سرینگر

۳ خبر نامہ نیوما چنگ تھنگ

19 ستمبر اور 31 اکتوبر 2002ء روزنامہ سرینگر میل

۴ فلمی اداکار وجے آنند سے لیا گیا انٹرویو

نومبر 2002ء ہفتہ روزہ خبر و نظر

۵ عید الفطر خوشی اور امن بانٹنے کا تہوار

6 دسمبر 2002 ریڈیو کشمیر لیہہ (لداخی میں ترجمہ کر کے نشر کیا گیا)

۶ چنگ تھنگ کی تعمیر و ترقی

دسمبر 2002ء ریڈیو کشمیر لیہہ (لداخی میں ترجمہ کر کے نشر کیا گیا)

۷ چنگ تھنگ ۔ گُمنام صحرائی وادیوں کی آماجگاہ

26 دسمبر 2002ء ریڈیو کشمیر لیہہ (مصنف کی آواز میں نشر ہوا)

۸ نذر۔ چنگ تھنگ کا چھپا گاؤں

مئی 2003ء خبر ونظر سرینگر

۹ چنگ تھنگ کی اہمیت

جون 2003ء خبر ونظر سرینگر

۱۰ چنگ تھنگ صحرائی وادین ہنز اہمیت تہ ترقی (کشمیری)

جون 2003ء ماہنامہ پراگاش، سرینگر

۱۱ چنگ تھنگ کی اہمیت اور بدلتی صورتحال

جولائی 2003ء روزنامہ سرینگر ٹائمز

۱۲ Changing Dev. in Changthang

25 اگست 2003ء روزنامہ الصفا سرینگر

یہ پیپر پانچ روزہ انٹرنیشنل ایسوسی ایشن آف لداخ سٹیڈیز کانفرنس منعقدہ لیہہ میں 25 ر جولائی 2003ء کو پڑھا گیا۔

۱۳ نیوما ایک خاموش پرسکوت خوبصورت وادی

17 اگست 2003ء روزنامہ سرینگر ٹائمز

۱۴ لداخ سے ایک محبت نامہ

(ستمبر 2003ء ہفت روزہ المختار میں چھپا)

۱۵ چنگ تھنگ سے ایک خط

15 دسمبر 2003ء ہفتہ روزہ چٹان سرینگر

۱۶ چنگ تھنگ صحرائی وادیوں کا بدلتا روپ

8 جنوری سے 12 جنوری 2004 روزنامہ خدمت

انڈین ٹائمز، عقاب، صبح کشمیر اور سرینگر کے دوسرے اخبارات میں

شائع ہوا۔ 31 جنوری 2004ء کو ہفتہ روزہ قومی وقار سرینگر میں شائع ہوا۔

۱۷ ایک خط سرینگر ٹائمز

۱۸ یہ لداخ ہے بھئی واہ واہ کیا مزہ (نظم)

27 اپریل 2004ء ہفتہ روزہ قومی وقار سرینگر

۱۹ حکیم منظور کے نام خط

ہفتہ روزہ خبر نظر سرینگر

۲۰ مکتوبِ نیوما لداخ

26 جولائی 2004 ہفتہ روزہ چٹان، سرینگر

۲۱ نیوما لداخ کی ڈائری

اگست 2004ء روزنامہ سرینگر ٹائمز

۲۲ Changing Dev. in Nyoma

9 اگست 2004ء رونامہ الصفا سرینگر

۲۳ لداخ کے خدوخال

9 ستمبر 2004ء روزنامہ سرینگر میل

۲۴ چنگ تھنگ کی ٹھنڈی صحرائی وادیوں کی اہمیت اور بدلتی ترقی

18 ستمبر 2004ء روزنامہ سرینگر میل

۲۵ نیوما لداخ کی ڈائیری

21 نومبر 2004ء روزنامہ سرینگر میل

۲۶ نیوما لداخ کی ڈائری

27 نومبر 2004ء روزنامہ سرینگر میل

۲۷ نیوما لداخ

2 جنوری 2005 روزنامہ سرینگر ٹائمز

۲۸ چنگ تھنگ لداخ کا خبرنامہ

9 جنوری 2005ء روزنامہ سرینگر میل

۲۹ نیومالداخ کی ڈائری

6 فروری 2005ء روزنامہ سرینگر ٹائمز

۳۰ نیومالداخ

7 فروری 2005 ہفتہ روزہ چٹان

۳۱ کچھ چنگ تھنگ لداخ کے بارے میں

27 فروری 2005ء روزنامہ سرینگر ٹائمز



مصنف کی ادبی وابستگی

لڑکپن کے ایام میں اپنے آبائی علاقے میں ایک ڈرامہ کلب کے ساتھ پانچ سال تک وابستہ رہا اور کئی ڈراماؤں میں بحیثیت اداکار کام کیا۔ اس کے بعد بحیثیت جنرل سیکریٹری منتخب ہوا۔ بچپن میں محفل بہار ادب شاہورہ کے اسٹوڈنٹ ممبر بنے یہاں تک کہ 1995ء سے اس کے صدر منتخب ہوئے۔ 1988ء میں ڈسٹرکٹ کلچرل سوسائٹی پلوامہ کے آرگنائزر اور 1998ء میں نائب صدر چنے گئے۔ 2003ء میں لیہہ میں منعقدہ کانفرنس میں انٹرنیشنل ایسوسی ایشن لداخ سٹیڈیز کے بنیادی ممبر چنے گئے۔

(آرگنائزر محفل بہادادب، شاہورہ)

مصنف کی لداخ سے جڑی چند یادیں



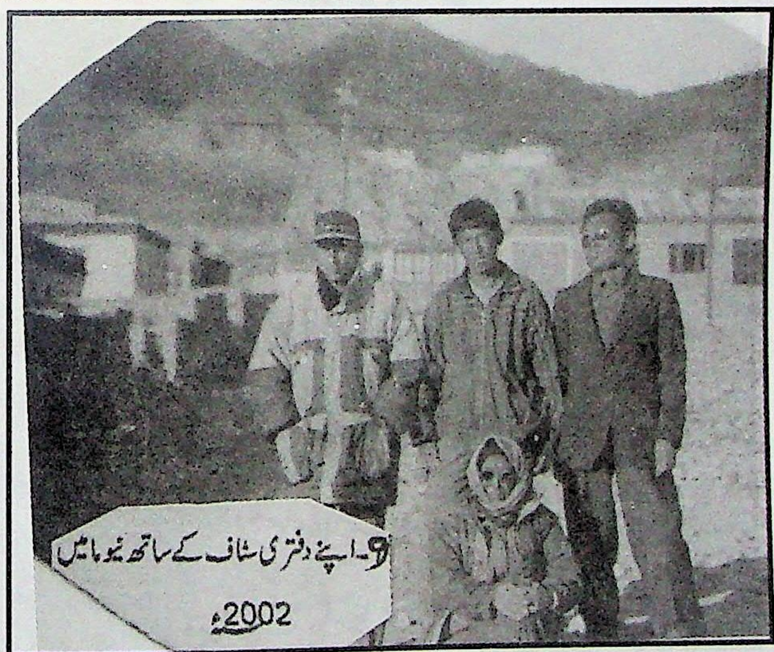
۔ نیوما وادی میں ابتدائی ایام کی ایک تصویر
21 اپریل 2002ء



دو ہمسایہ دوست دو آفیسران
لیزانگ ستزن اور حمید اللہ حمید



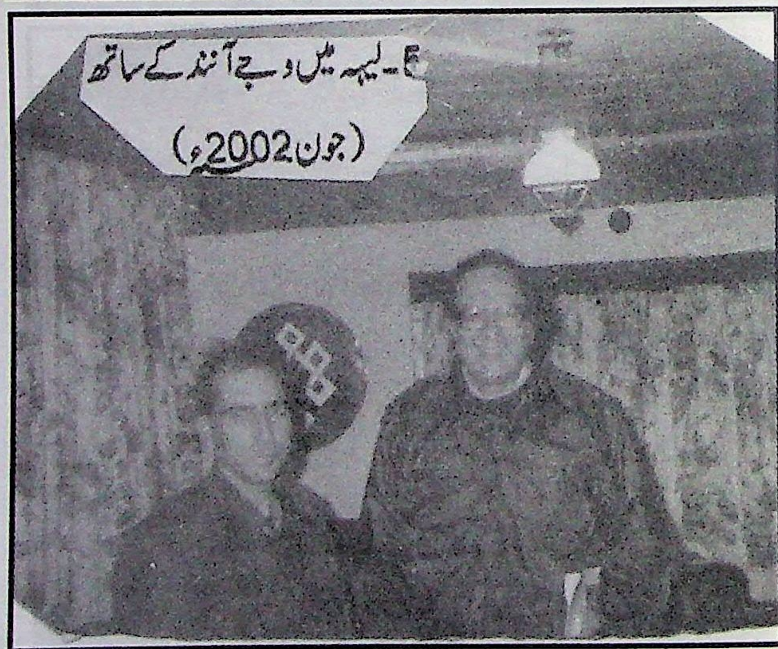
3۔ نیوما وادی میں تعینات کشمیری آفیسران کے ساتھ
اپریل 2002ء



9۔ اپنے دفتری سٹاف کے ساتھ نیوما میں
2002ء



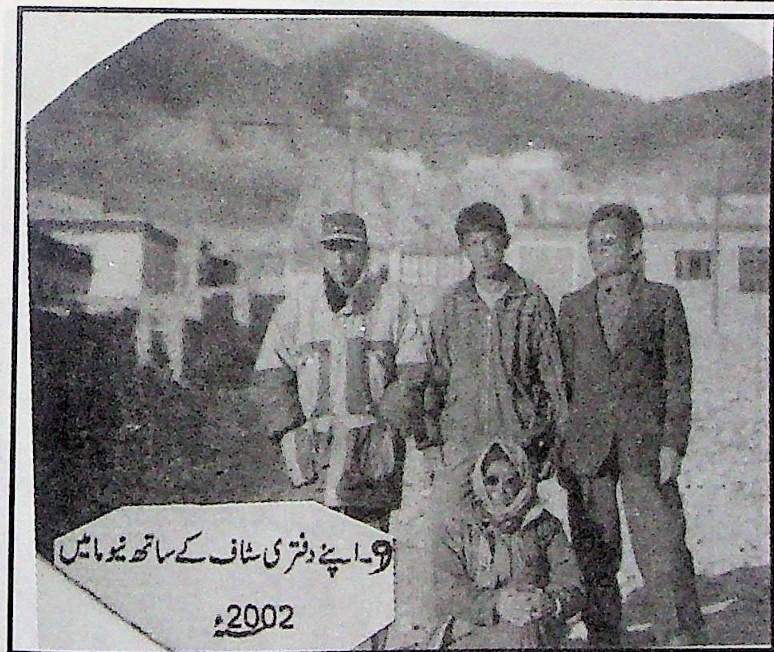
۵۔ فلم ایکٹر وجے آنند سے انٹرویو لیتے ہوئے
(جون 2002ء)



۴۔ لیہہ میں وجے آنند کے ساتھ
(جون 2002ء)

3۔ نیوما وادی میں تعینات کشمیری آفیسران کے ساتھ

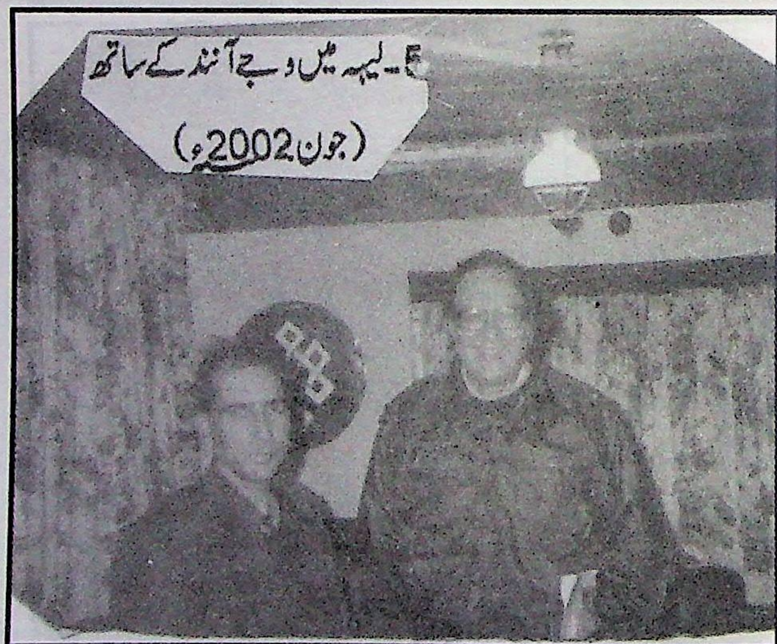
اپریل 2002ء



9۔ اپنے دفتری سٹاف کے ساتھ نیوما میں

2002ء


G۔ فلم ایکٹر وجے آنند سے انٹرویو لیتے ہوئے
(جون 2002ء)


E۔ لیہہ میں وجے آنند کے ساتھ
(جون 2002ء)

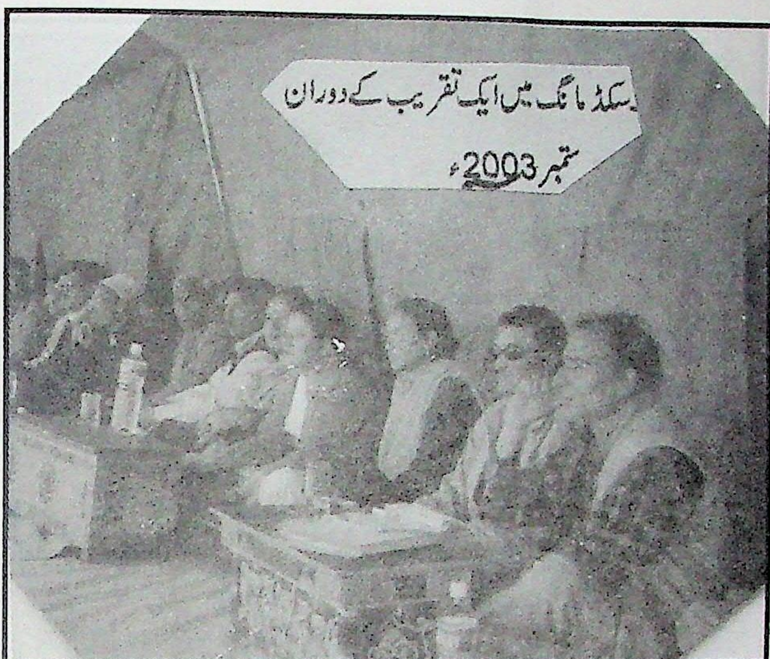

8۔ تحصیل انفارمیشن سنٹر نیوما میں لی گئی تصویر
2002ء



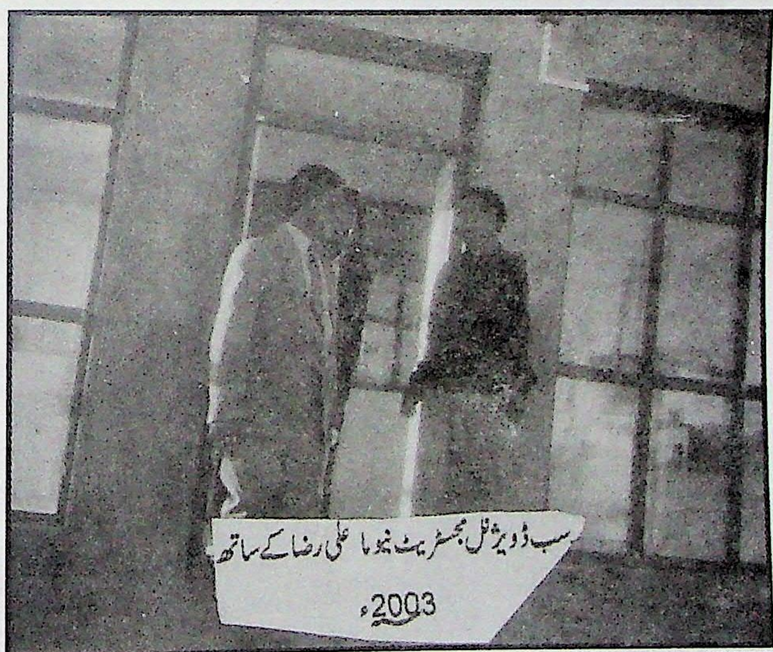
بودھ پورنما کے تقریب پر خطاب کرتے ہوئے



انٹرنیشنل کانفرنس برائے لداخ میں لیکچر دیتے ہوئے (جولائی 2003)



سکڈ مانگ میں ایک تقریب کے دوران
ستمبر 2003ء



سب ڈویژنل مجسٹریٹ نیوما علی رضا کے ساتھ
2003ء

قلم رقم کیا کرتا گیا۔

''آئینہ لداخ'' حمید اللہ حمید کی تقرریٔ لداخ کے دوران کی خود نوشت کتاب ہے جو خاص طور پر وادیٔ نیوما کے پہاڑوں اور وادیوں کے علاوہ علاقے کی معاشی وسماجی زندگی کو مربوط اور دل چسپ انداز میں احاطہ کیے ہوئے ہے۔ کتاب میں ڈاکٹر اقبال کی غزل، عبدالغنی شیخ لداخی کا ایک مضمون ''لداخ میں اسلام'' اور مولانا محمد خالد ندوی غازی پوری کا ایک مضمون لداخ میں اسلامی سرگرمیاں بھی درج ہیں۔ حمید صاحب سیماب کی طرح ہر وقت گھماو میں رہتا ہے اور یہی گھماوان کے نوکِ قلم کی تیز روی کا غماز ہے۔ آئینہ لداخ میں مصنف نے لداخ کی Topgropy کو ریاضیاتی زبان میں پیش کیا ہے۔ اس طرح سے یہ جغرافیائی توضیحات طالب علم اور لداخ سے دل چسپی رکھنے والے کے لیے جدید ترین معلوماتی نسخہ ہے۔

''آئینہ لداخ'' کی خاص بات یہ ہے کہ مصنف نے وادیٔ نیوما کے دور دراز علاقوں کو سماجی سیاسی اور خاص طور پر اقتصادی پس منظر میں پیش کیا ہے۔ معلوماتی مناظر کو حمید اللہ نے اس طرح بیان کیے ہیں کہ یہ ایک سفرنامہ بنا ہے۔ حالانکہ حق تو یہی ہے کہ مصنف کا اسلوب کامیاب سفر کا اسلوب ہے۔ یہی وجہ ہے کہ لداخ کے متعلق صرف معلوماتی تحصیل نہیں

پا رہے ہیں بلکہ سفرنامے کی تخلیقی لذت کا مزہ بھی لے رہے ہیں۔ مصنف کی لداخیوں کے تئیں اپنا نقطہ نظر یکسر نظر انداز کرتے ہوئے اُس نے لوگوں کی عکاسی کو اُسی اندازِ بیان اور اسلوب میں پیش کیا ہے کہ کہیں مصنف کا اپنا نقطہ نظر ٹپک نہ پائے۔

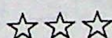
چونکہ مصنف کو زندگی میں اس طرح رہنے کا منفرد موقعہ ملا ہے اس لیے اس کی دل چسپی لداخی زندگی کے قریب جانے کو محسوس ہوئی جس وجہ سے آئینہ لداخ تصنیف ہوئی۔ حالانکہ اس میں کوئی شک نہیں کہ مصنف ایک لبریز شخصیت ہیں جن سے تخلیقات وتحقیقات و مراسلات ہر وقت پھوٹتے رہتے ہیں۔ لیکن سفرنامہ کی صورت میں آئینہ لداخ حمید اللہ حمید کی پہلی اور کامیاب کوشش ہے میں نے مصنف کو آئینہ لداخ پڑھنے کے بعد آج ایک ایسا انسانی ہمدرد شخص پایا جس میں واقعی وہی دل دھڑکتا ہے جو دل ہر ذی جان کی فکر مندی کے لیے پُر کاش دھڑکتا رہتا ہے۔

میری خواہش ہے کہ حمید اللہ کا قلم اسی طرح چلتا رہے اور اپنے زورِ قلم سے عصری تاریخ میں اپنا نام مزید روشن کرے۔

رشید راشد

درسو، پلوامہ

۲۱ر ستمبر ۲۰۰۵ء



An Introduction

I know Mr. Hamidullah from th day he joined Govt. High School Batamaloo in 9th class where I was also enrolled as student. During student days he was having keen intrest in drawing and urdu subjects which later become source of his becoming a writer. His Articles were often published in local dailies/Broadcasted from Radio Kashmir with title of "Hamid Shandar".

From 1981"Shahandar started writing Articles, short stories regularly as " Hamidullah Hamid". He had to discontinue his college studies due to sudden stroke of his father. Under compulsion he had to join Govt. job, although, he had some offer like up i.e; Law Degree/Remain freelance and to enjoy life at his own level. From childhood I know the writer from his core of his heart which is full of love/affection for others. Despite our physical distance due to Posting compulsions we remain in close cotact our friend ship is being qouted as example by the others which is based

on selflessness, love, obidence and faith. Although I am not literatry man yet I used to read the Articles/stories written by the writer very few persons are aware about the writing capacity of this man who is also posted in far flung areas of the state due to nature of job. His posting in Ladakh region has proven his ability being a good writcr. The writer has given picture of Ladakh through his pen by expressing defferent aspects of region viz its lift style topography, etc. **Aayina Ladakh** is really interesting book which one should read. The writer has used simple urdu language in the book. In future writer should continue his efforts to Pen down his feeling where ever he is posted in remaining tenure of his service tenure of his service

" May Allah bless the writer with his grace}

Mukhtar Ahmad Nehvi
Hamzah colony
Bagat Kani Pora
By pass Srinagar.

Dt. 22.09.05

☆☆☆

Government of Jammu & Kashmir
Ladakh Autonomous Hill Development Council Leh,
Office of the Sub Divisional Magistrate
Nyoma,Chang Thang

Best Officer

This is to certify that Mr. Hamaidullah, Assistant Information Officer G-I has rendered a wounderful job in highlighting the remote Subdivision of Leh District. He also acts as a writer and has explored the Sub-Division Chanthtang through different dailies and weeklies during his tenure. He has remained one of the best officer.

Dated:- 3rd October, 2005

(Ali Raza)

Sub- Divisional Magistrate,
Nyoma Changthang



تعارف

معروف امریکی ادیب گراہم گرین نے لکھا ہے: ''لکھنا ایک قسم کا ایک علاج معالجہ ہے۔ کبھی میں سوچتا ہوں کہ وہ لوگ جو نہیں لکھتے، مصوری یا دھنیں نہیں بناتے، وہ کیسے دیوانگی، مالیخولیا اور خوف سے محفوظ رہ سکتے ہیں جو انسانی فطرت میں داخل ہیں''۔

میں نے اپنی زندگی میں کئی نو آموز اور کہنہ مشق ادیب دیکھے ہیں، جن پر یہ الفاظ صادق آتے ہیں۔ حمید اللہ حمید ان میں ایک ہے۔ حمید اللہ حمید کو لکھنے کی ایک ایک ITCH بڑی چاہ ہے۔ یہی چاہ انہیں ہر جگہ اور ہر وقت لکھواتی ہے۔ بقولِ بائرن'' انسان اپنے نام کو کہیں چھپا ہوا دیکھنا چاہتا ہے اور یہی خواہش اسے تصنیف و تالیف کراتی ہے''۔ حمید اللہ حمید نے اپنی تخلیقات بلاناغہ سرینگر کے متعدد اخبارات میں شائع کرائی ہیں۔ تا کہ زیادہ سے زیادہ لوگ ان کے تجربات میں شامل ہوں۔

حمید اللہ حمید نے نیوما چنگ ھنگ میں دو تین سال کام کیا ہے۔ اس مدت کے دوران جو کچھ ان کے مشاہدے میں آیا اور جن تجربات سے ان کو گزرنا پڑا ان کو صفحہ قرطاس پر لایا۔ اگر چہ وہ گھر سے بہت دور ایک نامانوس اور قدرے مشکل ماحول میں تھے۔ جس کا اشارہ حمید نے کتاب ہذا میں شامل ایک غزل میں دیا ہے۔

شعوری اور غیر شعوری طور انہوں نے جو کچھ لکھا ہے اسے چنگ تھنگ وہاں کی سرگرمیاں اور لداخ کے قدرے گمنام دیہات منظر عام پر آئے ہیں۔ جن سے بہت سارے لداخی بھی نابلد ہیں۔ اب جب یہ مضامین کتابی صورت میں شائع ہوئے ہیں۔ یہ کتاب زیادہ سے زیادہ وقت کے لیے زیادہ لوگوں کے ہاتھ میں آئے گی۔

''آئینۂ لداخ'' میں مصنف کے علاوہ کئی اور قلم کاروں کے مضامین اور نظمیں بھی دی گئی ہیں۔

اُمید ہے حمید اللہ حمیدؔ کی یہ پہلی کتاب دوسری کتابیں لکھنے کے لیے محرک ثابت ہوں گی۔



عبدالغنی شیخ

لیہہ (لداخ)

۵/اکتوبر ۲۰۰۵ء

آخری بات اور اظہارِ تشکر

قرآن پاک کی سورۃ العصر پر میرا ایمان زیادہ پختہ اور مضبوط ہو گیا جب لداخ کی سنگلاخ چٹانوں اور صحرائی وادیوں میں میرا سفر تین سال جاری رہا۔ مجھے یوں محسوس ہوا کہ صبر کی مثال ایک لوہے کی پوشاک ہے جو مسافر کو تمام یلغاروں سے محفوظ رکھ سکتا ہے۔ آدمی کے لیے سفر ضرورت معاش ہو یا مختلف جگھوں کی سیر کر کے اور واقفیت حاصل کر کے اسے دوسروں تک پہچانا مقصود ہو ، دونوں صورتوں میں اسے مُشکلات اٹھانے پڑتے ہیں۔ صبر کی لاٹھی ہی اس کی رفیق ہوتی ہے میرا تجربہ ہے کہ دور دور تک انسانی بستی نہ ہونے کے باوجود جو سفر کرے اللہ پر ایمان و بھروسہ کر کے وہ اس کا مددگار بنتا ہے۔ یہی جدوجہد مسافر کو تازہ دم رکھتی ہے مگر اسے اللہ کی عبادت ذکر وحمد میں بھی مشغول رہنا چاہیے۔ سفر سے ہی آدمی کے اندر چھپی صلاحتیں اُبھرتی ہیں اور کشمکش اس کے تجربات میں پختگی لاتی ہے بشرطیکہ وہ قدرت کی کاریگری اور بستیوں پر غور کر کے ان کا مشاہدہ کرے ان ہی تین سالوں میں میرے مزاج میں کافی نرمی اور سُلجھاؤ آگیا۔ میرے دل میں وسعت بڑھی۔ سفر پیچیدہ، موسمی حالات اور اکثر تنہائی کے ماحول میں صبر کا ہتھیار ہی میرا ساتھی بنا رہا۔ حق پر کاربند رہتے ہوئے ، بے خوف ہو کر چلنا اور سچائی پر ڈٹ کے رہ کر بولنا اور لکھنا میرا معمول رہا۔ میرا دلِ مسرت سے لبریز رہا جب میں نے پیشہ ورانہ

ذمہ داریوں کو نبھاتے ہوئے عوامی خدمات کو ملحوظِ خاطر رکھا۔

خشک ٹھنڈے آب و ہوا میں گذر بسر ہو کے تنگ نہ آنے کی وجہ لداخی لوگوں کے ساتھ گھل مل جانا ہے۔ نیوما گاؤں کے لوگوں کا احترام اور محبت سے پیش آنا نیوما میں تعینات کشمیری اصحاب سے قربت اور بیرون کشمیر کے آفیسران خاصکر انیل پرتاب کی دوستی کے ساتھ گذرے سالوں کو میں بھول نہیں سکتا۔

نیلے آکاش تلے ننگے کوہساروں سے گھری ڈھلوان وادی نیوما میں میرا قلم شاعری کی طرف بھی مڑ گیا۔ ماحولیاتی آلودگی سے پاک اس وادی میں ہی پہاڑی دیش (لداخ) کے متعلق، اُردو اور انگریزی میں مضامین تحریر کیئے۔ اگرچہ حالات واقعات اور اقتصادی ترقی کے متعلق کچھ آرٹیکل اخبارات میں چھپتے رہے مگر قلمی مضامین کو میں کتابی صورت دیکر انہیں منظر عام پر لانے کا خواہاں ہوں۔

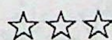
مجھے لداخ سے واپس کشمیر تبدیل ہوئے آٹھ ماہ کا عرصہ گذرا پھر بھی میں ایک ہفتہ قبل لداخ اس لیے آیا تا کہ آئینۂ لداخ کو چھاپنے سے پہلے کچھ شخصیات سے مل لوں۔

میں جناب عبدالغنی شیخ صاحب کا شکریہ ادا کرتا ہوں جنہوں نے تین یوم اس کتاب کا غور سے مطالعہ کرنے کے بعد ان غلطیوں کی طرف میری توجہ مبذول کرائی جو کمپیوٹر کمپوزنگ کی وجہ سے ہوئی تھی۔ اس بزرگ ادیب کے مخلصانہ مشورے سے مجھے راس آئے۔ ڈپٹی کمشنر شری ستیش نہرو جی کا بھی ممنون ہوں کہ ان کے دل میں میری یاد اب بھی موجود ہے۔ جناب علی رضا صاحب ایس ڈی ایم نیوما سے بھی دو بار ملاقات ہوئیں تو انہوں نے کتاب چھاپنے کے ارادے پر خوشی کا اظہار کیا۔ سابق اسٹنٹ ڈائریکٹر انفارمیشن

لداخ مسٹر نمگیال جواب دوسرے محکمے میں تعینات ہیں، نیوما میں میرے ہمسایہ آفیسر شری ژھوانگ درجے جواب ڈپٹی ایجوکیشن آفیسر لیہہ ہیں کے علاوہ مولانا محمد عمر ندوی ہیڈ ماسٹر گورنمنٹ ہائی سکول ہُندرنو برا کے میرے تیئں جذبہ محبت کا میں ممنون ہوں۔ میں شری ژھرنگ نربو اسسٹنٹ ڈائریکٹر انفارمیشن لیہہ کا خاص طور شکریہ ادا کرتا ہوں۔ ڈسٹرکٹ انفارمیشن آفیسر لیہہ شری ژھرنگ وانگچک اور ان کے سٹاف ممبران خاصکر پُنچک ڈولما اور مسز ڈولکر کے سرکاری کام نپٹانے کا بھی مشکور ہوں۔ جناب حسن علی صاحب اسسٹنٹ انفارمیشن آفیسر اور ستیش کمار کنٹریکٹر کی مہمان نوازی کے علاوہ ہیڈ کانسٹیبل محمد حسین واکھاہ (کرگل) کی رفاقت داری کا کافی مشکور ہوں۔

دو کشمیری جونیئر انجینئروں محمد یوسف (کھلسی) اور شبیر احمد (نیوما) کے اخلاص اور تنقید کا بھی شکریہ ادا کرتا ہوں۔

میں اس کتاب کے منظر عام آنے کے بعد قارئین کی رائے کا منتظر رہوں گا۔ امید کرتا ہوں کہ قارئین اپنی رائے سے نوازے گے تاکہ لداخ کے متعلق ایک اور کتاب چھاپنے کا موقعہ ملے۔



حمید اللہ حمید

لیہہ ۷/اکتوبر ۲۰۰۵ء

مستقل گھر کا پتہ: حمید اللہ حمید

لین نمبر ا تملہ ہال ڈاکخانہ ٹھاب

ضلع ہیڈکوارٹر پلوامہ کشمیر (انڈیا)

فون نمبر: 01933-240265

New Kashmir Publications Advertising & Productions Pulwama Kashmir

نیو کشمیر پبلی کیشنز ایڈورٹائز نگ اینڈ پروڈیکشنز کا معرض وجود 1995-96 میں اسی لیے لایا گیا تاکہ ریاست جموں وکشمیر کے مختلف حصوں کے جغرافیائی، تاریخی، تمدنی، سماجی اور دیگر امورات کے متعلق کتابیں شائع کی جاسکیں۔ پچھلے دس سال کے دوران ہماری کوشش یہ رہی کہ مختلف علاقوں کے سماجی اور ثقافتی سرگرمیوں کے متعلق اخبارات کے ذریعے قارئین کوروشناس کیا جاسکے، اس میں کسی حدتک کام ہوا۔ خاص کر پلوامہ کے آس پاس کچھ سماجی وادبی کارکردگی اور عوامی مسائل کو اُجاگر کرنے کے لیے ہم نے کام کیا۔ مگر یہ کام ہم نے عوامی خدمات کے پیش نظر کیا جس کی حوصلہ افزائی کرنے کی ضرورت تھی، مگر حوصلہ افزائی نہ ہوسکی۔

ہماری نگرانی میں 1997ء میں کشمیری کتاب ''پأڈٕ وردٕن'' کلام مرحوم غلام نبی ظہورؔ منظر عام پر آئی جو کہ کشمیر اور لداخ خطوں کے تمام پبلک لائبریریوں، محکمہ تعلیم کی لائبریریوں، محکمہ انفارمیشن دفاتر، کشمیر یونیورسٹی اور کلچرل اکاڈمی کے ریفرنس سیکشن اور بک اسٹالوں تک پہنچانے کا انتظام کیا گیا، اس کے علاوہ کتاب کئی پرائیوٹ لائبریریوں، سکولوں اور سماجی وادبی شخصیات میں بطور تحفہ بانٹی گئیں۔

دسمبر 2001ء میں ''رحمتِ عید'' نامی اُردو کتاب کی رسم اجرائی

ڈسٹرکٹ ڈولپمنٹ کمشنر پلوامہ محترمہ نسیمہ لنکر کے ہاتھوں میں ایک سادہ او پُر وقار تقریب پر ہوئی۔ گوکہ اس کتاب کی تھوڑی کاپیاں مختلف اداروں اور شخصیات تک پہنچ سکیں، مگراس کو دوسری بار شائع نہ کرنے کی ایک وجہ مالی وسائل کی کمی اور دوئم راقم کی اپنی تعلیم وتربیت کے ساتھ لگ جانا رہا۔

نیو کشمیر پبلی کیشنز ایڈوٹائزنگ اینڈ پروڈیکشنز نے کشمیری ثقافت اور دیگر امورات کے متعلق کچھ ویڈیو فلمیں اور سی۔ڈی کیسٹ بھی تیار کیے ہیں۔اس کے علاوہ لداخ کے متعلق بھی دوایسی ہی فلمیں تیار کی گئی ہیں جن میں لداخ کو ٹوپوگرافی Topo Graphy،زبان، ماحول اور ثقافت کے علاوہ کئی تقاریب کی عکس بندی کی گئی ہے۔کوئی صاحب شوق ایک پوسٹ کارڈ لکھ کر رعایتی قیمت پراس کو حاصل کرسکتا ہے۔

اس ایجنسی کی کاوش سے آئینہ لداخ تیار ہوکرآپ کے ہاتھوں میں پہنچ رہی ہے۔اس ایجنسی کی طرف سے آئینہ کشمیر منظرعام پرلانے کا بھی پروگرام زیرغور ہے۔قارئین اپنی قیمتی مشوروں سے آگاہ کرتے رہیں۔

بلال شاہوری

خط وکتابت

نیو کشمیر پبلی کیشنز اینڈ ایڈوٹائزنگ اینڈ پروڈیکشنز

لین نمبر Ist تملہ ہال

ڈاکخانہ ٹہاب، پلوامہ کشمیر 192301

فون نمبر: 10933,240265

☆☆☆

زیرِ نظر سفر نامہ سفر ناموں کی فہرست میں ایک اچھے اضافے کی حیثیت رکھتا ہے کہ یہ نیوما جیسے دور دراز علاقہ کو نظر میں رکھ کر لکھا گیا ہے۔ اس جرأتِ رندانہ کیلئے حمید اللہ واقعی مبارک باد کے مستحق ہیں۔

(حکیم منظور، سرینگر)



شعوری اور غیر شعوری طور انہوں (حمید اللہ) نے جو کچھ لکھا ہے، اس سے چنگ تھنگ، وہاں کی سرگرمیاں اور لداخ کے گمنام دیہات منظر عام پر آئے ہیں جن سے بہت سارے لداخی ناواقف ہیں۔ اب جب کہ یہ مضامین کتابی صورت میں شائع ہو رہے ہیں، یہ کتاب زیادہ سے زیادہ وقت کے لئے زیادہ لوگوں کے ہاتھ میں آئے گی۔

(عبدالغنی شیخ، لیہہ)



آئینہ لداخ پڑھنے کے بعد میں نے مصنف کو آج ایک ایسا انسانی ہمدرد شخص پایا جس کے سینے میں واقعی وہی دل دھڑکتا ہے جو دل ہر ذی جان کی فکر مندی کے لئے ہمیشہ دھڑکتا رہتا ہے۔

(رشید راشدؔ، پلوامہ)

Designed & Printed by:
AL-HAYAT printographers
GawKadal, Srinagar
2473818, 9419403126
9419061068, 9419422263